ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

48

www.tanzeem.org

23تا29صفرالمظفر1436ھ/16تا22دسمبر2014ء

اس شمارے میں

حکومت کا خودکش دھماکہ

منافقانہ رویے

اتنا بے سمت نہ چل

موت سے کس کو رستگاری ہے؟

مذاکرات: بحران کا واحد حل

شکر باللسان

امتِ مسلمہ کا زوال وانحطاط

فاعتبروا یا اولی الابصار

معروف ومنکر

’شریعت‘ ہمارے لیے انہی چیزوں کو بھلائی قرار دیتی ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق ہیں اور انہی چیزوں کو برائی قرار دیتی ہے جو اس فطرت سے موافقت نہیں رکھتیں۔ وہ بھلائیوں اور برائیوں کی محض ایک فہرست ہی بنا کر ہمارے حوالے کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ زندگی کی پوری اسکیم ایسے نقشے پر بناتی ہے کہ اس کی بنیادیں معروف (بھلائیوں) پر قائم ہوں اور معروفات اس پر پروان چڑھ سکیں۔ اور منکرات کو اس کی تعمیر میں شامل ہونے سے روکا جائے اور نظام زندگی میں ان کے درآنے اور ان کا زہر پھیلنے کے مواقع باقی نہ رہنے دیئے جائیں۔ اس غرض کے لیے وہ معروفات کے ساتھ ان اسباب اور ذرائع کو بھی اپنی اسکیم میں شامل کرتی ہے جن سے وہ قائم ہو سکتے اور پروان چڑھ سکتے ہیں اور ان موانع کو ہٹانے کا انتظام بھی تجویز کرتی ہے جو معروفات کے قیام اور نشوونما میں کسی طور پر سدراہ ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اصل معروفات کے ساتھ ان کے قیام وترقی کے وسائل بھی معروف شمار ہو جاتے ہیں، اور ان کے موانع منکرات کی فہرست میں شامل کر دیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ منکرات کے ساتھ بھی ہے۔ اصل منکرات کے ساتھ وہ چیزیں بھی منکر قرار پاتی ہیں جو کسی منکر کے وقوع یا ظہور یا نشوونما کا ذریعہ ہیں۔ معاشرے کے پورے نظام کو شریعت اس طرز پر ڈھالتی ہے کہ ایک ایک معروف اپنی حقیقی صورت میں قائم ہو۔ زندگی کے تمام متعلقہ شعبوں میں اس کا ظہور ہو۔ ہر طرف سے اس کو پروان چڑھنے اور قائم ہونے میں مدد ملے۔ اور ہر وہ رکاوٹ دور کی جائے جو کسی طرح سے اس کی راہ میں حائل ہو سکتی ہو۔ اسی طرح ایک ایک منکر کو چن چن کر زندگی سے نکالا جائے۔ اس کی پیدائش اور نشوونما کے اسباب روکے جائیں۔ جدھر جدھر وہ زندگی میں گھس سکتا ہے، اس کا راستہ بند کیا جائے۔ اور اگر وہ سر اٹھا ہی لے تو پھر سختی کے ساتھ اسے دبا دیا جائے۔

اسلامی نظریۂ حیات

پروفیسر خورشید احمد

الھدیٰ (640)
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تین اوامر......تین نواہی

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت ۹۰

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ یَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ ۚ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۹۰﴾

آیت ۹۰ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی﴾ ’’یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل کا‘ احسان کا اور قرابت داروں کو (ان کے حقوق) ادا کرنے کا‘‘
﴿وَ یَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ ۚ﴾ ’’اور وہ روکتا ہے بے حیائی‘ برائی اور سرکشی سے۔‘‘
﴿یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۹۰﴾﴾ ’’وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔‘‘

یہ آیت اس لحاظ سے بہت مشہور ہے کہ اکثر جمعۃ المبارک کے خطبات میں شامل کی جاتی ہے۔ یہ بہت ہی جامع آیت ہے اور اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے انداز میں تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین ہی چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ پہلا حکم عدل کا ہے اور دوسرا احسان کا۔ عدل تو یہ ہے کہ جس کا جس قدر حق ہے عین اسی قدر آپ اسے دے دیں‘ لیکن احسان ایک ایسا عمل ہے جو عدل سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ یعنی احسان یہ ہے کہ آپ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیں اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ چنانچہ اللہ محسنین کو محبوب رکھتا ہے۔ تیسرا حکم قرابت داروں کے حقوق کا خیال رکھنے کے بارے میں ہے‘ یعنی ان سے حسن سلوک سے پیش آنا‘ صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرنا اور انفاقِ مال کے سلسلے میں ان کو ترجیح دینا۔ یہ تین احکام اُن اعمال کے بارے میں ہیں جو ایک اچھے معاشرے کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔

جن چیزوں سے یہاں منع فرمایا گیا ہے ان میں سب سے پہلے بے حیائی ہے۔ حیا گویا انسان اور ہر بُرے کام کے درمیان پردہ ہے۔ جب تک یہ پردہ قائم رہتا ہے انسان عملی طور پر برائی سے بچا رہتا ہے‘ اور جب یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے تو پھر انسان بے شرم ہو کر آزاد ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ع ’’بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن!‘‘ کا مصداق بن کر جو چاہے کرتا پھرتا ہے۔ بے حیائی کے بعد منکر سے منع کیا گیا ہے۔ منکر ہر وہ کام ہے جس کے بُرے ہونے پر انسان کی فطرت گواہی دے۔ تیسرا ناپسندیدہ عمل یا جذبہ البغی یعنی سرکشی ہے۔ یہ سرکشی اگر اللہ کے خلاف ہو تو بغاوت ہے اور یوں کفر ہے‘ اور اگر یہ انسانوں کے خلاف ہو تو اسے ’’عدوان‘‘ کہا جاتا ہے یعنی ظلم اور زیادتی۔ بہرحال ان دونوں سطحوں پر یہ انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم جذبہ ہے۔

اگلی چند آیات مشکلات القرآن میں سے ہیں۔ ان کی تفسیر کے بارے میں بہت سی آراء ہیں جو سب کی سب یہاں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ میں یہاں صرف وہ رائے بیان کروں گا جس سے مجھے اتفاق ہے۔ میری رائے کے مطابق ان آیات میں روئے سخن اہل کتاب کی طرف ہے۔ مکی سورتوں میں اگرچہ اہل کتاب سے ’’یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ‘‘ یا ’’یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ‘‘ کے الفاظ سے براہِ راست خطاب نہیں کیا گیا‘ لیکن سورۃ الانعام اور اس کے بعد (مکی دور کے آخری سالوں میں) نازل ہونے والی سورتوں میں اہل کتاب کو بالواسطہ انداز میں مخاطب کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک محمد رسول اللہ ﷺ کے دعوائے نبوت کے بارے میں خبریں مدینہ پہنچ چکی تھیں اور یہودِ مدینہ ان خبروں کو سن کر بہت تجسسانہ انداز میں مزید معلومات کی ٹوہ میں تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ تو نبی آخر الزماں ﷺ کو پہچان بھی چکے تھے اور وہ اس انتظار میں تھے کہ مزید معلومات سے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہو جائے تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ دوسری طرف یہودِ مدینہ ہی میں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کے خلاف حسد کی آگ بھی بھڑک چکی تھی۔ اس قسم کے لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کے لیے قریش مکہ سے مسلسل رابطے میں تھے اور آپؐ کی آزمائش کے لیے قریش مکہ کو مختلف قسم کے سوالات بھیجتے رہتے تھے۔ ان سوالات میں ایک اہم سوال یہ بھی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام تو فلسطین میں آباد تھے لیکن ان کی اولاد یعنی بنی اسرائیل کے لوگ وہاں سے مصر کیسے پہنچے؟ ان کا یہی سوال تھا جس کے جواب میں پوری سورۂ یوسف نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ وہ معروضی صورتِ حال تھی جس کی وجہ سے مکی دور کی آخری سورتوں میں کہیں کہیں اہل کتاب کا ذکر بھی موجود ہے اور بالواسطہ طور پر ان سے خطاب بھی ہے۔ اس پس منظر میں میری رائے یہی ہے کہ آئندہ آیات میں روئے سخن اہل کتاب کی طرف ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 دسمبر 2014ء — جلد 23
23 تا 29 صفر المظفر 1436ھ — شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیمِ اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور- 54000
فون: 36293939-36366638-36316638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور- 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

حکومت کا خودکش دھماکہ

فیصل آباد میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے خودکش دھماکہ کیا ہے جس کے نتیجہ میں وہ بُری طرح زخمی ہوئی ہے۔ اور اب اس حالت میں میاں نواز شریف کے سمدھی وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے تحریک انصاف کے رہنما اسد عمر کو غیر مشروط مذاکرات کی دعوت دی ہے۔ گویا ہماری اُن سابقہ تحریروں کی تصدیق و توثیق ہوگئی ہے کہ بدقسمتی سے نواز شریف حکومت ملک میں پیدا شدہ سیاسی بحران کو میرٹ کی بنیاد پر حل کرنے کی بجائے صورت حال کے اتار چڑھاؤ اور اپنے سیاسی حریف کی وقتی کمزوری اور ہنگامی طور پر مضبوط ہونے کے حوالے سے آگے بڑھتی ہے اور پیچھے ہٹتی ہے، جس کی ہم نے بہت سی مثالیں بھی دی تھیں۔ طاہر القادری نے اسلام آباد سے بوریا بستر لپیٹا تو تحریک انصاف کو زبردست دھچکا لگا۔ یہ انتہائی مناسب اور موزوں وقت تھا کہ حکومت تحریک انصاف سے بھی معاملات طے کر لیتی۔ عمران خان پر اپنی پارٹی کا بہت پریشر تھا اور وہ استعفے کے مطالبہ سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عمران خان کے سوا تحریک انصاف کی صف دوم کی قیادت کافی مایوس تھی، لیکن حکومتی وزراء نے عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریک انصاف اور عمران خان کا مذاق اُڑایا اور مذاکرات کے حوالے سے "تو کون تے میں کون" کا طرزِ عمل اختیار کر لیا۔ حکومت کے حمایتی جرنلسٹ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہر کام کا وقت ہوتا ہے، عمران خان نے موقع خود کھو دیا ہے۔ یہ ہے وہ سیاسی کم ظرفی جس کا ماضی میں بھی ہمارے ہر حکمران نے ایسے مواقع پر مظاہرہ کیا اور پھر پچھتایا۔

وقت کی ہر حکومت اور اُس کے حامیوں نے ہمیشہ یہ شور مچایا ہے کہ ہمارے مخالف کی پشت پر فلاں ایجنسی یا فلاں قوت ہے۔ او بھائی تسلیم کیا کہ ایسا ہی ہوگا، لیکن جب آگ لگی ہو تو حکومت کو خود کو بچانے کے لئے پانی چھڑکنا چاہیے یا پٹرول؟ نجانے ہمارے حکمرانوں کے اس نازک موقع پر ہاتھ پاؤں کیوں پھول جاتے ہیں اور وہ عقل و حکمت اور مصلحت آمیزی پر ہی لاٹھی چارج کرنا کیوں شروع کر دیتے ہیں۔

ہم نے اپنی گزشتہ تحریر میں یہ بات بالکل واضح کر دی تھی کہ عمران خان جن جمہوری حقوق کے تحت پُرامن مظاہروں اور جلسہ جلسوں کی بات کرتے ہیں، شہروں کو بند کرنا اور راستوں کو روکنا کسی بھی صورت اس ذیل میں نہیں آتا۔ وہ جمہوری حقوق کے حوالہ سے جن یورپی ممالک کا حوالہ دیتے ہیں وہاں بھی لاکھوں کی ریلیاں سڑکوں پر سے گزر جاتی ہیں۔ وقتی طور پر ٹریفک میں تعطل آتا ہے، کسی کا شہر یا سڑکیں بند کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ بڑی سیدھی سی بات تھی، عمران خان نے شہر بند کرنے کی دھمکی دے کر غیر جمہوری، غیر قانونی قدم اٹھایا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت سیاسی تقسیم کچھ یوں ہے کہ پنجاب کی تاجر برادری کی اکثریت اور مارکیٹیں نواز شریف کی سیاسی حلیف ہیں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ، اساتذہ اور نجی و سرکاری ملازمین کی اکثریت عمران خان کی حمایت کر رہی ہے۔ تحریک انصاف نے یہ سیاسی چال چلی کہ ہڑتال، پہیہ جام یا شٹر ڈاؤن کی کال نہ دی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ناکام ہو جائے گی، لیکن اُن کے پاس سیاسی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد ہے، لہٰذا

اُنہوں نے شہر بند کرنے کی کال دی اور ساتھ کہا کہ جو دکان دار دکان کھولنا چاہتا ہے وہ دکان کھولے۔ ظاہر ہے سڑکوں کے بند ہونے کی صورت میں کوئی دکان کھول کر کیا کرے گا؟ حکومت کے پاس ان غیر قانونی اقدام کو ختم کرنے کے لئے اور شاہراہیں کھولنے کے لئے قانون نافذ کرنے والی قوت کو بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لہٰذا حکومت کا حق بلکہ فرض تھا کہ وہ پولیس متعین کرتی، صورت حال کا تقاضا ہوتا تو رینجرز کی مدد حاصل کرتی، لیکن حکومت نے انتہائی احمقانہ حرکت کا ارتکاب کیا کہ پولیس کے ساتھ مسلم لیگ (ن) کے ورکرز کو بھیج دیا۔ پولیس کو پیچھے رکھا گیا اور سیاسی کارکنوں کو آگے کر دیا۔ اب یہ کشمکش اور محاذ آرائی دو متحارب سیاسی قوتوں کے درمیان شروع ہوگئی۔ حکومت اگر راستے کھلوانے کے لئے پولیس استعمال کرتی ہے تو سیدھی سی بات ہے کہ یہ ریاستی ذمہ داری ہے کہ کوئی فرد یا گروہ اگر دوسرے شہریوں کے حقوق پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اُس گروہ سے قوت سے نمٹے۔ اس کی پوری پوری justification ہوتی۔ لیکن مسلم لیگ (ن) کے کارکنوں کی کیا قانونی حیثیت تھی کہ وہ تحریک انصاف کے کارکنوں پر ٹوٹ پڑے۔ چاہے وہ کیسی ہی غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کر رہے تھے۔

اس دوران پاکستان کے کروڑوں عوام نے ٹیلی ویژن پر عجب نظارہ دیکھا۔ سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک شخص پستول تان کر نکلا۔ اُس نے پولیس کی موجودگی میں پہلے ہوائی فائرنگ کی، پھر عوام کی طرف رخ کر کے سیدھے فائر مارے اور بڑے اطمینان سے وہ وہاں سے رخصت بھی ہو گیا۔ اور بقول شخصے پولیس نے اُس کے ساتھ ایسا انداز اختیار کیا جیسے اُسے گارڈ آف آنر پیش کر رہی تھی۔ ابھی تک وہ شخص گرفتار نہیں ہو سکا۔ ایک نوجوان ہلاک ہو گیا، ایک ماں کی گود خالی ہوگئی، ایک بوڑھے والد کی لاٹھی ہمارے سیاسی بزرجمہروں کی رسہ کشی میں ٹوٹ گئی۔ اقتدار کی اس کھینچا تانی کا نتیجہ جو بھی نکلے، کرسی مضبوط ہوتی ہے یا کرچی کرچی ہوتی ہے، بہنوں کا ویر حق نواز اب کبھی گھر لوٹ کر نہ آئے گا۔ راہ تکتی ماں کا جیتے جی کبھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوگا۔ بہر حال مذاکرات شروع ہونے چاہئیں کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ خدارا مذاکرات اپنی اور حریف کی سیاسی قوت کا جائزہ لیتے ہوئے اور پریشر کی کمی بیشی کا ناپ تول کرتے ہوئے نہ کریں، بلکہ حق کہیں اور حق مانیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جن انتخابات نے ایک عرصہ سے پوری قوم کو مصیبت میں مبتلا کیا ہوا ہے، پھر یہ کہ حکومت کے اتحادی بھی برملا دھاندلی کا اعتراف کرتے ہیں تو کسی جوڈیشل کمیشن کے ذریعے 2013ء کے پورے انتخابات کا آڈٹ کیوں نہ کرا لیا جائے۔ آخر اس میں حرج کیا ہے؟ کیا افغانستان میں ایسا ہوا نہیں؟ دھاندلی اگر ثابت ہو جائے تو حکومت کا حکومت کرنے کا جواز ختم ہو جاتا ہے اور اگر دھاندلی ثابت نہیں ہوتی تو میاں نواز شریف کا اقتدار جس قدر مستحکم ہو جائے گا، وہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔ عوام، میڈیا اور دیگر غیر جانبدار طبقات اتنے پاگل نہیں ہیں کہ پھر بھی عمران کے کسی شور شرابے پر کان دھریں گے، تب احتجاج کا یہ سلسلہ یقیناً بند ہو جائے گا۔

ہم متعلقہ فریقین کے کان کھول دینا چاہتے ہیں کہ اگر مذاکرات ناکام ہوئے اور بات انتشار کی طرف بڑھی تو یہ سب لوگ سن لیں کہ حالات ماضی سے بہت مختلف ہیں۔ اکیسویں صدی کا آغاز بڑا خوفناک ہوا ہے۔ انسانی جان بڑی ارزاں ہو چکی ہے۔ انسانی خون بہنے سے یہ خاکی زمین کافی سرخی مائل ہو گئی ہے۔ اب انسانوں کا قتل عام لوگوں کے لئے بڑی خبر نہیں رہی، لہٰذا خدانخواستہ، خاکم بدہن، پاکستان میں فوجی مداخلت ہوئی تو وہ ماضی کی طرح پُرامن اور smooth نہیں ہوگی۔ فریقین سے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگرچہ اپنا حق وصول کرنے کا اور حق پر ڈٹ جانے کا سب کو حق ہے لیکن جب معاملہ بھائیوں کے مابین ہو تو امن اور بھلائی کی خاطر اپنا حق چھوڑنا بہت بڑی نیکی ہوتی ہے۔ شیطان یقیناً انسان کا سب سے بڑا اور انتہائی عیار دشمن ہے۔ انسان ذاتی انا کی تسکین کے لئے، بلکہ صحیح تر الفاظ میں اپنی انا پرستی کو ایسے خوبصورت دلائل اور جواز فراہم کر دیتا ہے کہ ہر دو فریق اپنے کارناموں کو وقت کا تقاضا، ملک و قوم کا مفاد اور امن و ترقی کے لئے لازم قرار دے دیتے ہیں۔ کوئی اقتدار سے چمٹے رہنے کو اور کوئی اقتدار چھیننے کو جہاد قرار دیتا ہے۔ دنیا بڑی تیزی سے بدل رہی ہے۔ روس اور امریکہ میں پھر سرد جنگ شروع ہو چکی ہے۔ چین اگرچہ جدید ٹیکنالوجی میں امریکہ سے بہت پیچھے ہے لیکن اقتصادی محاذ پر امریکہ کو بُری طرح شکست دے چکا ہے۔ مشرق وسطی کی صورتِ حال بھی بدل رہی ہے۔ وہاں ''داعش'' عرب و عجم کے لئے بڑا خطرہ بن کر ابھر رہی ہے۔ قیامِ خلافت کے اعلان نے دنیا بھر کے مسلمان جنگجوؤں کو داعش کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اس منظرنامہ میں پاکستان کی جیو پولیٹیکل پوزیشن بڑی کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان اگر سیاسی لحاظ سے اسی طرح عدم استحکام کا شکار رہا تو پاکستان کے ساتھ کوئی بڑا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ کمزوری کی اس حالت میں اسلام دشمن قوتیں پاکستان کا بازو مروڑ کر اُسے عالم اسلام کے مفاد کے خلاف استعمال کر سکتی ہیں۔ ہمیں اس حوالہ سے پالیسی سازی کے وقت یہ بنیادی اصول یاد رکھنا ہوگا کہ عالم کفر اور اُس کے ایجنٹ پاکستان کے سجن نہیں بن سکتے۔ خصوصاً امریکہ اور یورپ ایسے نازک موقع پر پاکستان کو سیاسی اسلام نافذ کرنے والوں کے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔

فوری ضرورت ادارتی معاون

ہفت روزہ ندائے خلافت اور مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کو ایک ادارتی معاون کی فوری ضرورت ہے۔ جو مضامین کی ایڈیٹنگ اور تحریر کا تجربہ رکھتا ہو۔ کمپیوٹر جاننے والا قابل ترجیح۔ تنخواہ حسب تجربہ و قابلیت دی جائے گی۔

برائے رابطہ: ایوب بیگ مرزا، ناظم نشر و اشاعت

(042) 35869501-3 35856304

منافقانہ رویے

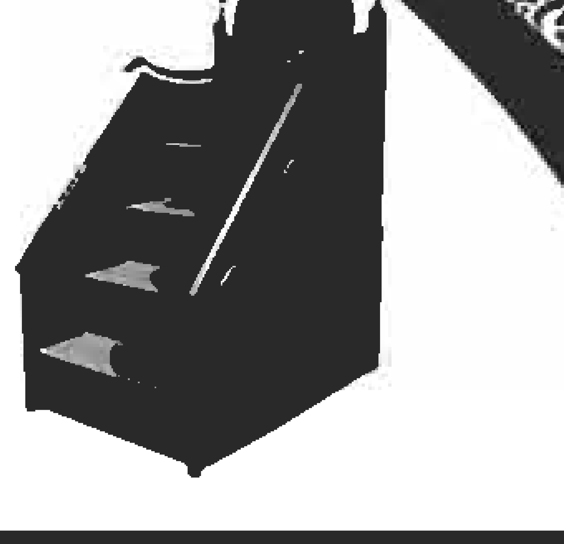

سورۃ النساء کی آیات کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 05 دسمبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: محبوب الحق عاجز

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! ابھی آپ نے جو آیات سماعت فرمائیں یہ سورۃ النساء کے نویں رکوع کی آیات ہیں۔ سورۃ النساء مدنی سورتوں میں سے ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الفاتحہ کے بعد جو چار طویل سورتیں آئی ہیں وہ چاروں مدنی ہیں۔ سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ۔ پھر مکیات آتی ہیں۔ چونکہ اسلامی معاشرہ اب تشکیل پا رہا تھا۔ لہٰذا راہنمائی کے لئے اسلامی معاشرت کے اصول واحکامات درجہ بدرجہ ایک ترتیب کے ساتھ آ رہے تھے۔ سورۃ النساء کا معاملہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔ معاشرتی اصلاح کے حوالے سے یہ بہت اہم راہنمائی اور ہدایات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اس کے آغاز ہی میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔ یتیم ہر انسانی معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں۔ یہ جس حسن سلوک کے مستحق ہیں اس کے تقاضے قرآن نے کھول کر بیان کیے ہیں۔ اس لئے کہ جب بھی معاشرے کی اصلاح کی بات ہوگی، یہ کمزور اور ضعیف طبقات کے نگہداشت سے شروع ہوگی۔ یتیموں کے ذکر کے بعد وراثت کا قانون آیا۔ پھر شادی بیاہ کے حوالے سے بعض اہم اصولی مباحث آئے ہیں کہ کن کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کون سی خواتین ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ مرد و عورت کے حقوق وفرائض میں توازن کیا ہے، یہ ایک بہت اہم ایشو ہے۔ بعض معاشروں میں عورت کو بالکل پاؤں کی جوتی بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ خود عیسائیوں میں ایک تصور تھا کہ عورت شر محض ہے۔ اور کہیں آج کی غالب تہذیب میں اُس کو مردوں کے بالکل برابر بلکہ اُن سے بھی اوپر کر دیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عورت کی اپنی ایک نفسیاتی ساخت ہے۔ اس کو اسی حوالے سے اپنا ایک کردار ادا کرنا ہے۔ مرد کی اپنی ایک نفسیاتی ساخت ہے اُس کا کردار بھی اُسی حوالے سے ہے۔ مغربی تہذیب یہ کہتی ہے کہ ان سب کو نظر انداز کر کے انہیں ہر اعتبار سے برابر کر دو۔ یہ دونوں رویے افراط وتفریط پر مبنی ہیں۔ یہاں قرآن نے واضح کر دیا کہ گھر کے ادارے کا سربراہ مرد ہے۔ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (النساء:34) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔''

بیوی کی حیثیت سے عورت کی سب بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مرد کی اس اتھارٹی کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت میں زندگی گزارے۔ قرآن حکیم نے نیک عورتوں کی ایک صفت قانتہ بیان کی ہے۔ قانتہ فرماں بردار کو کہتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ شرف انسانیت میں مرد اور عورت یکساں ہیں، لیکن جب گھر کے ادارے کی بات آئے گی تو اِس میں قوامیت مرد کی ہوگی۔ پھر خواتین کی ذمہ داریاں وہ نہیں ہوں گی جو مردوں کی ہیں۔ بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں کو جس فطرت پر تخلیق کیا گیا، اُسی کے مطابق اُن پر ذمہ داریاں بھی ڈالی گئی ہیں۔ اسی طرح یہاں میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں اصلاح احوال کے لئے اقدامات کی تفصیل آئی ہے۔ اس لئے کہ گھر کا ادارہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آج ابلیسی تہذیب کا فوکس ہی اس امر پر ہے کہ کسی طرح گھر کے ادارے کو تباہ کر دیا جائے، اور ابلیس کے فرزند اس میں بہت حد تک کامیاب ہیں۔ وہ اپنے ممالک کے علاوہ مسلمان ممالک میں فحاشی وعریانی عام کر کے خاندانی انتشار کا زہر پوری طرح پھیلا چکے ہیں۔ اور اب ایک عرصے سے سفارشات کے نام پر UNO کے ذریعے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں اصلاح احوال کے لئے اقدامات کے بعد یہاں سابقہ مسلمان اُمت کی یہود کی بات شروع ہوگئی اور بتایا گیا ہے کہ ان کا کردار کیا ہے؟ انہیں بھی شریعت ملی تھی، مگر اب وہ کس مقام پر کھڑے ہیں۔ اس وقت وہ اسلام اور دین کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور آنحضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور بے ادبی کے مواقع تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے۔ اس کے باوجود ضد اور تعصب کی وجہ سے وہ یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ یہود کے تذکرے کے بعد سچے اہل ایمان کی بھی کچھ خصوصیات اور ان کے لئے بشارتیں آئیں۔

اس کے بعد ایک نیا موضوع شروع ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایک کردار ایسا موجود ہے کہ جو خود اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، لیکن اس کا رویہ غیر اسلامی ہے۔ اُس رویہ کا ایک پہلو یہاں بیان ہوا۔ وہ یہ کہ یہ لوگ اپنے مقدمات نبی اکرم ﷺ کی عدالت میں لے جانے کی بجائے یہود کی عدالت میں لے جاتے ہیں۔ انہیں اللہ کا

اور شریعت کا فیصلہ پسند نہیں ہے۔ وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ فلاں معاملے میں مجھے یہودی عدالت میں سے اپنی مرضی کا فیصلہ ملے گا تو وہ ادھر رجوع کر لیتے ہیں۔ چنانچہ جن آیات کا آج ہم مطالعہ کریں گے، اُن میں یہی بات آئی ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ﴾ (النساء:60)

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کروائیں۔''

یعنی یہ زبان سے تو ایمان کے دعوے دار ہیں، آپ ؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں۔ طاغوت کیا ہے؟ طاغوت ہر وہ شخص ہے جو اللہ اور رسول ؐ کا دشمن ہے۔ ہر وہ اجتماعت طاغوت ہے، جو دین کی راہ میں کھڑی ہو۔ ہر وہ نظام طاغوت ہے جو اللہ و رسول ﷺ کی بالادستی اور فیصلہ کن حیثیت کو تسلیم نہ کرے۔

﴿ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ط ﴾

''حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں۔''

سورۃ البقرہ میں ایک سچا اور پکا مومن کہا ہی اُسے کیا گیا ہے جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے۔ جو کہے کہ میں اللہ کی حاکمیت کے سوا کسی اور کی حاکمیت کو نہیں مانتا۔ اللہ کے قانون کے سوا کسی ورلڈ آرڈر، کسی قانون کو نہیں مانتا اور اللہ پر ایمان پختہ رکھے فرمایا کہ وہی شخص ہے کہ اس نے ایک مضبوط کنڈے پر ہاتھ ڈالا ہے۔ وہی واقعی سچا اور پکا مومن ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝﴾ (النساء:60)

''اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے۔''

یہ لوگ دراصل شیطان کے وسوسوں اور سازش کا شکار ہیں۔ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں کھلی گمراہی میں ڈال دے۔ اسی لئے تو یہ طاغوت کے انکار کی بجائے اس کے پاس اپنے فیصلے لے جاتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی شخص سے کہا جائے کہ اس معاملے کو اسلام کی عدالت میں لے جا کر فیصلہ کراؤ اور وہ کہے کہ مجھے یہ عدالت قبول نہیں ہے، تو یہ روش حقیقت کے اعتبار سے کفر ہے۔

قرآن حکیم قیامت تک کے لئے رہنمائی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد سے ہم انگریز کے قانون کو تحفظ دیتے آئے ہیں۔ اسلامی قانون صرف مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ یا پھر اسلامی آئیڈیالوجی کونسل ہے، جس نے نفاذ اسلام کے لئے سفارشات تیار کر کے رکھی ہوئی ہیں مگر وہ کباڑ خانے کی زینت ہیں۔ کونسل کی کوئی شنوائی نہیں۔ اسلامی قانون کے نفاذ کی بجائے ہم سو فیصد انگریز کا قانون لے کر چل رہے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ سوات اور بعض دیگر ریاستوں میں جہاں قیام پاکستان سے پہلے انگریز نے یہ سہولت دی ہوئی تھی کہ تم اپنے معاملات کے فیصلے اپنی عدالت میں شریعت کے مطابق کرو، ہم نے اُن ریاستوں

پریس ریلیز 12 دسمبر 2014ء

اسلامی پاکستان اور افغانستان اِس خطے میں اہم سیاسی اور عسکری رول ادا کر سکتے ہیں

دونوں اسلامی ملک مل کر خطے میں اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا سکتے ہیں

حافظ عاکف سعید

اسلامی پاکستان اور افغانستان اِس خطے میں اہم سیاسی اور عسکری رول ادا کر سکتے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ عالمی قوتیں جنوب مشرقی ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں سیاسی و عسکری بالادستی حاصل کرنے کے لئے ایک نئی بساط بچھا چکی ہیں۔ امریکہ اور روس میں ایک بار پھر سرد جنگ شروع ہو چکی ہے۔ ایک طرف امریکہ بھارت کی مدد سے چین کے گھیراؤ کی کوششوں میں مصروف ہے اور دوسری طرف چین معاشی اور اقتصادی میدان میں امریکہ کو پے در پے شکستیں دے رہا ہے۔ اُدھر شام اور عراق میں ایک نئی جنگجو تنظیم حیران کن فتوحات حاصل کر رہی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس منظرنامہ میں پاکستان جو اس وقت سیاسی عدم استحکام سے دوچار ہے، بہت بڑے حادثہ سے دوچار ہو سکتا ہے۔ اس ساری صورت حال کا صرف اور صرف حل یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کیا جائے اور اِسے حقیقی معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ اس صورت میں پاکستان اور افغانستان اسلام کے خلاف خطے میں ہونے والی عالمی سازشوں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ خطرہ ملک کی طرف بڑھ رہا ہے لہٰذا عالم کفر کا مقابلہ کرنے کے لئے عالم اسلام کو متحد کرنا ہوگا۔ اگر مسلمان نظام خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اُس کی برکت سے وہ تمام اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کو عبرت ناک شکست دے سکتے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کے پاکستان سے الحاق کے بعد اُس سہولت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ مثلاً انگریز کے دور میں سوات میں شرعی عدالت موجود تھی۔ اگرچہ وہ صرف آپس کے مسائل نکاح وطلاق اور وراثت کے لئے تھی، اور ملکی اور ریاستی معاملات میں اُس کو کوئی اختیار حاصل نہ تھا کہ اوپر انگریز کا قانون تھا۔ تاہم ریاست سوات کے پاکستان میں شامل ہونے کے بعد یہ عدالتی نظام ختم کر دیا گیا۔

اسی طرح بلوچستان میں خان آف قلات نے ریاست قلات کا پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا تو یہ شرط رکھی تھی کہ یہاں محمد عربی ﷺ کا قانون اور دین نافذ ہوگا۔ آج ہم اسلامی قانون کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ مولانا صوفی محمد صاحب نے مالاکنڈ میں تحریک اٹھائی تھی کہ ہمیں انگریز نے جو اسلامی شرعی عدالتیں دے رکھی تھیں، خدارا! وہی بحال کر دو۔ تمام ملکی قوانین کو اسلامائز نہ بھی کرو، کم از کم ہمیں وہ شرعی عدالتی نظام ہی واپس کر دو جو انگریز کے دور میں ہمیں حاصل تھا۔ ان کی جدوجہد پرامن تھی، لیکن ہم نے ان کے ساتھ بار بار عیارانہ سلوک کیا۔ اُن کا مطالبہ ماننے پر تیار نہ ہوئے۔ کوئی شخص مسلمان ہو اور اسلامی عدالت کو نہ مانے، اللہ کے قانون اور اللہ کے رسول کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرے تو وہ کاہے کا مسلمان ہوا۔

آگے فرمایا:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًاo﴾ (النساء:61)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے اعراض کرتے اور رک جاتے ہیں۔''

منافقین کے لئے قانون شریعت کے تحت فیصلے کروانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ حضرت محمد ﷺ کی عدالت کی طرف، آپؐ سے فیصلہ لو، تو چونکہ ظاہر میں مدعی اسلام ہیں، اس لئے صاف طور پر انکار نہیں کر سکتے۔ مگر آپؐ کے پاس آنے سے اور حکم الٰہی پر چلنے سے بچتے ہیں اور رکتے ہیں کہ کسی ترکیب سے جان بچ جائے اور رسول کو چھوڑ کر جہاں ہمارا جی چاہے اپنا جھگڑا لے جائیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان کے اندر کھوٹ ہے۔ یہ بہت نمایاں منافقانہ رویہ ہے کہ آدمی اللہ اور رسول ﷺ کے احکام اور قوانین سے پہلو تہی اور صرف نظر کرے اور اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے کر جا کر وہاں سے فیصلے کروائے۔ اہل ایمان کو اس رویہ سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی مسلمان ہو اور یہود کی عدالت میں، کافروں ومشرکوں کی عدالت میں جا کر اپنے مقدمات کا تصفیہ کرائے۔ یہی بات آگے سورۃ المائدہ میں نہایت سخت وعید کی صورت میں آئی ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کئے کلام کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں...... وہی ظالم ہیں...... وہی فاسق ہیں۔

بڑی سادہ سی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک قانون شریعت دے دیا ہے، اور مسلمانوں سے کہا کہ تم میری زمین پر اس قانون کو نافذ کرو۔ زمین اللہ کی ہے۔ وہی اس کا خالق ومالک وہی ہے۔ اس پر حق حاکمیت بھی صرف اسی کا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ زمین پر اللہ کا قانون نافذ اور قائم ہو۔ اس کی بجائے اگر ہماری روش یہ ہو کہ زبان سے تو یہ کہیں کہ ہاں پروردگار ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں، تجھ ہی سے دعائیں مانگتے ہیں، تیرے نبیؐ سے ہمیں بہت محبت ہے، لیکن ہمارا عمل اس بات کی گواہی دے رہا ہو کہ ہم انگریز کے چھوڑے ہوئے قانون ہی کو لے کر چلیں گے۔ (نعوذ باللہ) خدایا ہمیں تیرا قانون پسند نہیں ہے، تو یہ روش مسلمانی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اللہ کے حضور انڈیا کے مسلمان تو یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ خدایا ہم دبے ہوئے تھے، ہم کل آبادی کا 15.12 فیصد تھے، ہندو ہم پر غالب تھا۔ وہ تعلیم، بزنس اور ملکی معاملات میں ہم سے آگے تھا۔ اس لئے ہم تیرا دین نافذ نہ کر سکے۔ مگر ہم اہل پاکستان کے پاس کیا عذر ہوگا۔ یہاں پر تو 96 فیصد مسلمان ہیں۔ پھر بھی یہاں اسلام کیوں نافذ نہیں ہے؟ مسلمان ہو کر اسلام نافذ نہ کرنا کھلا منافقانہ رویہ ہے۔

ان آیات کے شان نزول میں ایک واقعہ ہے۔ جو یوں ہے کہ یہود فصل خصومات میں رعایت ورشوت کے عادی تھے۔ اِس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے، وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے تاکہ وہ خاطر کریں گے اور آپؐ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپؐ حق کی رعایت کریں گے، کسی شخص کی رعایت نہ کریں گے۔ سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے۔ یہودی جو سچا تھا اُس نے کہا کہ چل محمد ﷺ کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اُس نے کہا کہ چل کعب بن اشرف کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا۔ آخر وہ دونوں آپؐ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے تو آپؐ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا۔ منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمرؓ کے پاس چلو۔ جو وہ فیصلہ کر دیں وہی منظور، اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں، اس لیے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے اور حضرت عمرؓ آپؐ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے اُن کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ قضیہ آپؐ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپؐ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اُس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اُس کا فیصلہ یہی ہے۔ اُس کے وارث حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضرت عمرؓ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس تو صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرا دیں۔ یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت محمد ﷺ کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر کر دی گئی اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کا لقب فاروق فرمایا۔

آگے فرمایا:

﴿فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا o﴾ (النساء:62)

''تو کیسی (ندامت کی) بات ہے کہ جب ان کے اعمال (کی شامت سے) ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو تمہارے پاس بھاگے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور موافقت تھا۔''

یعنی یہ لوگ منافقانہ طرز عمل اپناتے ہیں، مگر اُس وقت یہ کہا کریں گے جب انہیں اُن کے کرتوتوں کی سزا ملے گی۔ فصل خصومات میں آنے سے تو یہ چوکے، مگر جب حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے والے منافق کا سر قلم کر دیا تو اُس وقت رسول ﷺ کی خدمت میں قسمیں کھاتے ہوئے آ گئے کہ ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں

صرف اس لئے گئے تھے شاید صلح کرالیں۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾ (النساء:63)

’’ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔تم ان (کی باتوں) کو کچھ خیال نہ کرو اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے یہاں اُن کی قسم اور معذرت کی تکذیب فرمائی کہ منافقین جو بھی زبانی باتیں بنائیں اللہ اُن کے دل سے خوب آگاہ ہے۔یہ لوگ اسلام اور ایمان کے تقاضوں کو نہیں سمجھ رہے۔یہ مقام محمدؐ کو نہیں سمجھ رہے۔انہیں احساس نہیں ہے کہ حضور ﷺ کی عدالت کے فیصلے کو نہ تسلیم کرنا اللہ کے نزدیک کس قدر بُرا ہے اور اس کی کیا سزا ہے۔آپ انہیں اس طور سے سمجھایئے کہ یہ بات سمجھ لیں اور اپنا رویہ بدل لیں۔آگے فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ﴾

’’اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔‘‘

رسول اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔رسول جو بات بھی کہتے ہیں وہ حق ہوتی ہے۔اس لئے کہ وہ اللہ کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔لہٰذا اُن کی اطاعت لازم ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝﴾ (النساء:64)

’’اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (اللہ) بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے‘‘

اگر ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا ہے کہ رسول کے حکم سے جو اللہ کا حکم تھا، ہٹے، کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے مرضی کا فیصلہ ہوا تو اُس کو نہ مانا اور اپنا فیصلہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے۔چاہیے تو یہ تھا کہ اس غلط روش پر تائب ہوتے اور اُس شخص کی حمایت میں جھوٹی قسمیں نہ کھاتے جس نے مقام محمدؐ پہچانا ہی نہیں، رسول خدا بھی اُن کے لئے استغفار فرماتے۔مگر انہوں نے جھوٹے بہانے بنائے، جھوٹی قسمیں کھائیں اور تاویلیں گھڑنے لگے، اُن کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو۔آگے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝﴾ (النساء:65)

’’تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔‘‘

یہ قرآن حکیم کا بڑا منفرد مقام ہے کہ اللہ اپنی قسم کھا کر فرما رہا ہے یہ لوگ ہرگز صاحب ایمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ اپنے باہمی تمام معاملات میں آخری اتھارٹی آپؐ کو نہ مانیں۔یہ ہے مقام محمد رسول اللہ ﷺ کا۔اس سے آگے کے الفاظ بہت ہی غیر معمولی ہیں۔نہ صرف یہ آپؐ سے فیصلہ کروائیں بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ آپؐ کے فیصلے پر ان کے دل میں کوئی تنگی بھی نہ ہو۔اگر دل میں ذرہ بھی تنگی آئی تو یہ ایمان کی نفی ہے۔ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔آپ کا فیصلہ مان کر اُس کے حوالے سے دل میں تنگی اور گھٹن کا آ جانا بھی ایمان کے یکسر منافی ہے۔منافقین کا بہت بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اطاعت رسولؐ سے گریزاں تھے۔اس بات کو قرآن حکیم نے بہت زیادہ نمایاں کیا ہے، تاکہ ہر دور کے مسلمان اس روش کو پہچانیں اور اس کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ کہیں ہمارا طرز عمل تو اس انداز کا نہیں ہے۔سورۃ النساء میں ہی آگے چل کر اطاعت رسولؐ کے معاملے کو ایک اور انداز سے موکد کیا گیا۔فرمایا:﴿مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ﴾ (النساء:80) ’’جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے تحقیق اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔‘‘ اطاعت کرنے والے تو آج کل بہت ہیں مگر ان میں سے بہت رسول ﷺ کی اطاعت کا انکار یا استخفاف کرتے ہیں۔یہ لوگ سنت رسول کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔سنت کا انکار و استخفاف اس دور کا بہت بڑا فتنہ ہے۔دین تو نام ہی قرآن و سنت کے مجموعے کا ہے۔

آج کے دور میں ایک بہت بڑا مغالطہ لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کیا جاتا ہے کہ قرآن تو اللہ نے محفوظ کر لیا۔لیکن حدیث و سنت کی حفاظت کا اللہ نے کوئی ذمہ نہیں لیا۔لہٰذا حدیث حجت نہیں ہے۔حیرت ہے کہ یہ مغالطہ پیدا کرنے والے اُسی دور کی تاریخی روایات کو تو فوراً قبول کر لیتے ہیں مگر آپؐ کی احادیث و اقوال کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔حالانکہ احادیث کی چھان پھٹک کے لئے اتنا عظیم تحقیقی کام ہوا ہے کہ تاریخ انسانی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔اصل بات یہ ہے جب اللہ نے رسول ﷺ کی اطاعت لازم کر دی، رسول کی حیات طیبہ کو کامل اسوہ بتا دیا تو اللہ کے رسول کی سنت کی حفاظت بھی فرمائی۔آپؐ کے فرامین و اقوال بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔اس لئے کہ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾ (النجم:3,4) ’’اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔یہ تو حکم اللہ ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔‘‘ حدیث بھی محفوظ ہے۔الفاظ آگے پیچھے ہو سکتے ہیں، لیکن اِس کے مفہوم کی حفاظت اللہ نے کی ہے۔

جو لوگ حضور ﷺ کے اس مقام کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، ان سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ شریعت میں پردے اور داڑھی کا کیا حکم ہے؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ اُس دور کے رواجات ہیں، آج کے دور سے ان کا تعلق نہیں ہے، قرآن میں کہیں داڑھی کا حکم نہیں آیا۔اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ اسلام صرف قرآن مجید ہے، حدیث حجت نہیں ہے۔حالانکہ سنت رسول بھی اسلام کا لازمی جزو ہے۔انکار و استخفاف سنت کے فتنہ سے اس دور میں ہمارے سکولوں اور یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے لوگ زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔وہ استخفاف سنت کی فکر کے حامل ’’دانشوروں‘‘ کی باتوں میں جلدی آ جاتے ہیں۔بہر حال یہ سب اطاعت رسول سے گریز کے رویے ہیں۔اور یہ منافقانہ رویے ہیں۔منافق اطاعت رسولؐ سے کنی کتراتے ہیں۔وہ غیر اللہ کو حکم بناتے ہیں، اور شرعی عدالتوں کی بجائے دوسری عدالتوں کا رخ کرتے ہیں، تاکہ وہاں سے اپنی مرضی کے فیصلے لے سکیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق کی روش سے بچائے۔(آمین)

☆☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

اتنا بے سمت نہ چل

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کراچی میں فیشن پاکستان ویک کے نام پر ہفتہ برہنگی منایا گیا۔ ہفتۂ شتر بے مہاری، ہفتۂ بے حیائی، عریانی، فحاشی۔ جس نام سے چاہیں پکاریں۔ قوم نے ڈھونڈلی فلاح کی راہ! نیا پاکستان بن گیا.....؟ اقبال و جناح کا پاکستان تو یہ نہیں ہے! اسلام ترا دیس ہے تو مصطفویؐ ہے کی شناخت والا پاکستان۔ میرے رب نے بے حیائی کے کام (فواحش) حرام کیے ہیں خواہ کھلے ہوں یا چھپے۔ (الاعراف:33) نیز یہ بھی کہ فواحش کے قریب بھی نہ پھٹکو خواہ کھلے ہوں یا چھپے (الانعام:151)۔ روزنامہ ڈان میں شائع کردہ تصاویر مہذب آنکھ کے دیکھنے کے بھی لائق نہیں (30-28 نومبر)۔ مغرب زدگی کی وبا نے رہی سہی حیا بھی چھین لی ہے۔ نئے پاکستان کا سیاسی کلچر ہم راگ رنگ کی صورت، بصورت دھرنا دیکھ ہی رہے ہیں۔ اس کی بھرپور تشہیر بذریعہ میڈیا نے قوم کی بے حسی میں اضافہ کیا ہے۔ نگاہوں کو عادی بنا دیا گیا ہے۔ نفسیاتی فضا ملاحظہ ہو۔ اداکارہ میرا نے 30 نومبر والے دھرنے میں شادی دھرنا دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ والدہ نے یہ کہہ کر روک دیا...... تمہاری باری نہیں آئے گی۔ یہ سب سے بلیغ تبصرہ ہے نئے پاکستان کی نئی نویلی سیاست پر! قوم کی ترقی، استحکام، وقار کی ضمانت ہے تو اس ابھرتی ہوئی سیاست میں! واقعتاً تہذیبی جنگوں کا دور ہے۔

اُدھر جرمنی میں پالتو کتوں کے لیے ٹی وی چینل شروع ہوا ہے۔ ڈاگ ٹی وی۔ (اگرچہ جس طرح کیٹ واک ہماری نگاہ میں ڈاگ واک ہوتی ہے اسی طرح اخلاق باختہ چینل اکثر ڈاگ ٹی وی ہی ہوتے ہیں۔) یہ جرمن چینل گھر پر اکیلے کتوں جنہیں ان کے مالکان تنہا چھوڑ جاتے ہیں، کے دل بہلاوے کا سامان ہے۔ پہلے والدین بچے اکیلے چھوڑتے تھے، اب کتے تنہا چھوڑنے کا ظلم ڈھاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا دنیا وہاں کتنی ترقی کر گئی۔ ہم تو فقط فیشن ویک تک بمشکل تمام پہنچ پائے ہیں۔

تاہم یہ حیرت انگیز ہے کہ گورے ایک طرف روشن خیالی کے ریکارڈ سیٹ کرتے ہیں دوسری جانب اسلام اور مسلمانوں کے مقابل کٹر قدامت پرست عیسائی بن جاتے ہیں۔ مثلاً ایک برطانوی پادری نے یہ مشورہ شہزادہ چارلس کو دے ڈالا کہ ملکہ کی وفات پر رسم تاجپوشی میں تلاوت قرآن بھی کروائیں، مسلم آبادی پر اچھا اثر پڑے گا! مگر وہاں تو اس بیان پر ہاہا کار مچ گئی۔ یہ عیسائی مذہبی روایات کے خلاف ہے۔ اب وہ اتنے بھی روادار، روشن خیال، برداشتیے نہیں ہیں۔ (جتنی تلقین ہمیں کرتے ہیں!) لگے ہاتھوں پوپ فرانسس بھی عالم اسلام کے رہنماؤں کو بھاشن دے رہے ہیں کہ وہ دہشت گردی کی مذمت کریں۔ اور خود ان کا دہشت گردی کے بڑے ابا، امریکا کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ہلاکتوں، بربادیوں کی جو داستان امریکا نے سات سمندر پار سے آکر مسلم ممالک پر حملہ آور ہو کر رقم کی ہے اُس عالمی دہشت گردی اور غنڈہ گردی کا حساب کون لے گا؟ اپنا دفاع کرنے والے ممولے تو دہشت گرد ٹھہرے اور امریکا پاک، پوتر......؟ پورا مشرق وسطیٰ شامی مہاجرین سے بھرا پڑا ہے۔ اُدھر 32 لاکھ مہاجرین تو صرف ترکی میں غربت، دربدری، ٹھٹھرتی سردی کے چرکے کھا رہے ہیں۔ فلسطینیوں کی طرح اب شامی آبادی دنیا بھر میں مہاجر بن کر بکھر گئی ہے۔ امریکا، ایران، خلیجی آمریتیں سب مل کر (60 ممالک کا اکٹھ) داعش کے نام پر داعش کی آڑ میں، نیا کھیل، کھیل رہی ہیں۔ داستانیں خون کی ندیاں بہنے کی ہوں یا دکھوں، اذیتوں، فاقہ کشی کی، ہدف مسلمان ہی ہیں۔ فتنۂ دجال کے سر پر سینگ تو نہیں اُگیں گے۔ یہی مقدمۃ الدجال ہے۔ اور ہم دجالیوں کے فرنٹ لائن اتحادی آج بھی اسی شد و مد سے ہیں۔

نواز شریف دوڑے بھاگے جان کیری سے ملنے جا رہے ہیں۔ شہباز شریف قطر بھی ایسے ہی در پردہ مشنوں پر امریکی خدمات کو حاضر ہیں۔ آرمی چیف کا غیر معمولی طویل قیام (دورۂ امریکا کا)، ایسا تھا کہ امریکی محکمۂ خارجہ کے ترجمان کو وضاحتیں دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ میرے اسلام کو اب قصۂ ماضی سمجھو......؟ پاکستان آج صرف امریکا کی بقا اور اس کی وفا کے لیے جی رہا ہے (خدمات کے بدلے کشکول میں ڈالر سمیٹ رہا ہے)۔ داخلہ، خارجہ، دفاعی پالیسی، اسلحہ خانے، سکیورٹی ادارے سب میں امریکی مفادات اولیت کے حامل ہیں۔ ملک میں سارے ہدفی قتل، تمام حراستی مراکز، جیلیں باعمل مسلمانوں پر مشتمل ہیں۔ جو اسلام دوستی کے جرم پر از خود امریکا دشمن اور نتیجتاً پاکستان دشمن فرض کر لیے جاتے ہیں۔ سکھر میں معروف دینی سیاسی شخصیت ڈاکٹر خالد محمود سومرو کا نماز فجر میں بہیمانہ قتل اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دینی قیادت، دینی نوجوان ہر جگہ نشانے پر ہیں۔ فیشن ویک پھلیں پھولیں۔ اداکاریوں، رقص و سرود کے جنگل اُگیں۔ پاکیزگی، اجلے بے داغ سیرت و کردار کو جینے نہ دیں...... کیونکہ...... نیا سبق یہ ہے کہ داغ تو اچھے ہوتے ہیں!

اس پالیسی پر حیرت تو اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ ہم اس دلدل میں اور گہرا اترنے کے شوق میں مرے جا رہے ہیں جو امریکا کی جان کو آلی ہے۔ امریکی عوام، امریکا کے ناقابل برداشت جنگی بوجھ تلے دبی معیشت کے اب شدید ناقد ہیں۔ اینٹی وار میں ایوان ایلیڈیڈ لکھتا ہے کہ امریکا اپنی طویل ترین جنگ کے دوران افغانستان کو فتح کرنے میں ناکام رہا ہے جس طرح برطانیہ 19 ویں صدی کے اواخر اور 20 ویں صدی کے اوائل میں بری طرح ناکام ہوا تھا۔ نیز 1980ء کی دہائی میں سوویت یونین کو بھی اسی قسم کی شکست کا تجربہ حاصل ہوا۔ افغانوں نے صورت ابابیل ابرہہ کے اس بہت بڑے لشکر کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔ کوئی کہنداپیڑ لکے دی کوئی کہند اچک، سچی گل محمد بخشا اندروں گئی اے مک۔ اب امریکا کی تو مک گئی ہے۔ چک بھی پڑ گئی ہے ہم اسے ہمت بندھا کر، مرہم پٹی کر کے روک رہے ہیں۔ اس کی محبت و خوف میں بندھے (ایمان، بین الخوف والرجاء ہوا کرتا ہے۔ سو امریکا پر سچا ایمان ہے) تیرہ سالوں سے اپنے اہل ایمان پر چاند ماریاں کر کر کے لاشوں کی گنتی کی شہ سرخیاں روزنامہ

فراہم کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔ تا آنکہ جان کیری نے بھی پاکستان کے کردار کو اتنی قربانیاں دینے پر سراہا اور فوجی انٹیلی جنس تعاون کو بہتر بنانے پر اتفاق کیا۔ انٹیلی جنس ہم کس کی فراہم کریں گے؟ بلیک واٹر کی......؟ بلوچ لبریشن آرمی کی......؟ نہیں......! راسخ العقیدہ مسلمانوں کی! بلوچستان میں پاکستان سے علیحدگی کے لیے لڑنے والوں پر کبھی ڈرون حملہ نہیں ہوا۔ وہ ملک توڑنے کے در پے قوم پرست ہیں۔ ان کا تشخص اسلام نہیں لہٰذا ناراض بلوچ بھائی ہیں۔ البتہ قبائلی لائقِ ڈرون دہشت گرد ہیں! بلوچ امریکی ایجنڈے (بلوچستان، گوادر) پر کاربند ہیں۔ ڈرون وہ ہلاکت خیز مشین ہے جو صرف ایمان کو نشانہ بناتی ہے۔ پاکستان، افغانستان ہو یا یمن! امریکا سے نئے پاکستان کی تازہ بہ تازہ، نو بہ نو محبت اور دوستی کی لہر نے ڈرون حملوں کو پاکستان، افغانستان میں نئی قوت بخشی ہے۔ خونِ مسلم کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہمارے ہاتھ اس سے پاک نہیں ہیں......! تاہم حکمرانوں کو یاد دلانے میں مضائقہ نہیں......اتنا بے سمت نہ چل لوٹ کے گھر جانا ہے!

☆☆☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ تعالیٰ

''مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور'' میں

25 دسمبر 2014ء (بروز جمعرات صبح 10 بجے)

توسیعی مشاورت

کا انعقاد ہو رہا ہے

☆ اظہار خیال کے لیے رفقاء ناظم اعلیٰ کو 11 بجے سے قبل مطلع فرما دیں اور بروقت پہنچنے کی کوشش کریں۔

☆ اجلاس میں شرکت سے قبل رفقاء کی رہنمائی کے لیے تنظیم اسلامی کے نظام العمل کی شق نمبر 9.3.4 کا مطالعہ مناسب ہوگا۔

المعلن: ناظم اعلیٰ

(042) 36316638-36366638

موت سے کس کو رستگاری ہے؟

شبیر ابن عادل

ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ مرتے رہتے ہیں۔ کبھی ہمیں ذرائع ابلاغ خبر دیتے ہیں کہ کسی بم دھماکے، ٹارگیٹ کلنگ، کسی ٹریفک کے حادثے یا کسی اور وجہ سے لوگ مر گئے ہیں۔ کبھی ہمارے کسی رشتے دار کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ہمارا کوئی بہت قریبی عزیز (ہمارے والدین، اولاد، شوہر یا بیوی) ہمیں روتا تڑپتا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے ہمیں غموں کے اندھیروں میں دھکیل کر۔ ہم قبرستان جاتے ہیں، آہوں اور سسکیوں میں اسے رخصت کرتے ہیں۔ مگر شاید ہی ہمیں کبھی خیال بھی آتا ہو کہ ہمیں بھی کبھی مرنا اور اسی طرح قبر میں لیٹنا ہے۔ جس طرح ہم اپنے عزیز ترین رشتے دار کو اندھیری قبر میں دفنا کر آئے ہیں۔

ہم زندگی کی رنگینیوں، بے پناہ مصروفیات اور روزمرہ کے کاموں میں بھول جاتے ہیں کہ جس طرح ہمارے والدین، ہمارے بھائی بہن اور دوسرے رشتے دار اور ساتھی اس دنیا سے رخصت ہوئے، ایک دن ہمیں بھی جانا ہے۔ اگر اتفاق سے کبھی کوئی کسی کو موت یاد کرا بھی دے تو وہ بہت بے زاری سے کہتے ہیں کہ کیسی باتیں کرتے ہو؟ ابھی میرے مرنے کے دن نہیں ہیں۔ یہ ہے موت کے بارے میں ہمارا رویہ۔

ایک ایسی حقیقت، جو روز روشن کی طرح عیاں اور جس کا مشاہدہ بھی ہم کرتے رہتے ہیں۔ اس کی طرف سے اتنی غفلت؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی کی رنگینیوں اور اس کے بے پناہ مصروفیات میں کھو جانے کے بعد یہ حقیقت ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ زندگی کا سفر بہت تیزی کے ساتھ موت کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک دن اچانک موت کا فرشتہ آ پہنچے گا اور ہمیں ایک لمحے کی مہلت نہ دے گا۔ ضروری نہیں کہ صرف بڑھاپے میں موت آئے گی یا کسی موذی بیماری یا حادثے کی وجہ سے موت تو کسی بھی لمحے آ سکتی ہے۔ کیوں کہ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اس سے فرار کسی صورت ممکن نہیں۔ اس حوالے سے قرآن پاک کی بعض آیات کے ترجمے ملاحظہ ہوں:

☆ ''ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔'' (العنکبوت:75)

☆ ''رہی موت تو جہاں بھی تم ہو وہ بہر حال تمہیں آ کر رہے گی، خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔'' (النساء:78)

☆ ''جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آ کر رہے گی۔ پھر تم اس کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے، اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔'' (سورۃ الجمعہ:8)

☆ ''جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے، پھر سب کے سب اللہ اپنے حقیقی آقا کی طرف واپس لائے جاتے ہیں۔'' (الانعام:62)

☆ ''جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ اُس کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (سورۃ المنافقون:11)

آقائے دو جہاں ﷺ نے بھی اس کی تعلیمات دی ہیں کہ ہمیں ہر لمحہ اپنی موت کو یاد رکھنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''لوگو! موت کو یاد کرو اور یاد رکھو، جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔'' (جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دفعہ میرا مونڈھا پکڑا اور مجھ سے فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے کہ تم پردیسی اور راہ چلتے

مسافر ہو اور حضور ﷺ کی تعلیمات کا اثر تھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جب شام آئے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو (نہیں معلوم کہ زندگی رہے نہ رہے) اور تندرستی کی حالت میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے کچھ کمائی کرلو۔ (صحیح بخاری)

لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ موت کو اتنا یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب آنی ہوگی، دیکھی جائے گی۔ ایسے لوگ ماحول سے متاثر ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس کے لوگوں کو اس کی کوئی فکر نہیں اور سب بس دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں تو وہ بھی غافل ہو جاتے ہیں۔

موت کو یاد کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے کوئی تو ایسی چیز ہو، جو انسان کو عمل پر ابھار سکے یا قوت محرکہ کا کام کر سکے۔ موت کی یاد ہمیں اس کے لئے تیار کرتی ہے۔ اسی حوالے سے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔'' (سورۃ الملک: 2)

دراصل زندگی اور موت اور جینے اور مرنے کے سلسلے میں بنیادی حکمت یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی غفلت میں گزارنے کے بجائے ہر لمحے عمل کرتے رہنا چاہیے۔ اپنے رب کی مرضی کو پہچان کر ایسے کام کئے جائیں جن سے رب راضی ہو اور ان کاموں سے بچا جاؤ، جن سے رب ناراض ہو جائے۔ کیوں کہ دنیا مزے کرنے کی نہیں، امتحان کی جگہ ہے۔ جیسے ایک طالب علم کو کمرہ امتحان میں مختصر سی مدت میں پرچہ حل کرنا ہوتا ہے۔ ایک خاص مہلت کے بعد اس سے پرچہ واپس لے لیا جاتا ہے۔ یہی کیفیت زندگی کی ہے۔ زندگی کی مدت ختم ہونے کے بعد ایک لحہ کی مہلت نہیں دی جاتی۔ اس لئے اس مہلت کے ختم ہونے سے پہلے ہمیں کوئی بھی لحہ ضائع کیے بغیر اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے۔ کسی دانا نے کیا خوب کہا تھا کہ زندگی برف کی طرح ہے، جو تیزی سے پگھل رہی ہے اور ختم بھی ہو جائے گی۔ اس مہلت کے ختم ہونے سے پہلے عمل کے میدان میں نکلیں۔ یہ نہ سوچیں کہ ابھی فرصت نہیں، کل سے یا آئندہ جمعے کے مبارک دن سے عمل شروع کریں گے۔ زندگی کا کیا بھروسا۔ کل تو بہت دور ہے، شاید اگلے ہی لمحے ہماری مہلت عمل ختم ہونے والی ہو اور موت ہماری منتظر ہو۔

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

کے جوابات پر مشتمل **ماہانہ پروگرام**

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم/حلقہ کے حوالہ کے ساتھ ہر ماہ کی **20 تاریخ تک** درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

042-35869501-3/042-35856304

اجتماعِ عام

اسلام کے دورِ زوال میں کرنے کا اصل کام اقامتِ دین کی جدوجہد ہے۔ سعید ہیں وہ روحیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس فریضے کی ادائیگی کا شعور اور موقع عطا فرمایا۔

پاکستان کے مخصوص تناظر میں غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے زیادہ سے زیادہ اور جلد از جلد نتیجہ خیز ہونے کے حوالے سے مختلف امکانات اور اقامتِ دین کی جدوجہد کی نمائندہ جماعتوں کے مشترکات سامنے لانے کے لیے تحریک اسلامی کراچی اجتماع عام کا انعقاد کر رہی ہے۔ بعنوان

پاکستان میں اسلامی حکومت کے قیام کی راہیں

مقررین

- محترم حافظ سید زاہد حسین صاحب — امیر تحریک اسلامی پاکستان
- محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب — امیر تنظیم اسلامی پاکستان
- محترم جناب سید منور حسن صاحب — سابق امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

اس اجتماع میں آپ کو مع اہل خانہ و احباب شرکت کی دعوت ہے

پروگرام ان شاء اللہ

آغاز: صبح 10 بجے

21 دسمبر 2014ء (بروز اتوار)

فاران کلب، نزد مشرق سینٹر، حسن اسکوائر، کراچی

خواتین کی شرکت کا اہتمام ہے۔

داعی و منتظم

عاصم آزاد

قیم تحریک اسلامی کراچی

رابطہ نمبر:

0333-3668159

021-36350100

مذاکرات: بحران کا واحد حل

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد — **مرتب:** وقار احمد

سوال: عمران خان نے 4 دسمبر کو لاہور، 8 کو فیصل آباد، 12 کو کراچی اور 16 دسمبر کو سارا پاکستان بند کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کیا تحریکِ انصاف اس پوزیشن میں ہے کہ یہ کام کر سکے؟

فرید احمد پراچہ: اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ کیا انھیں یہ کام کرنا چاہیے؟ احتجاج ایک جمہوری و آئینی حق ہے۔ اس میں جلسے جلوس وغیرہ سب آ جاتے ہیں۔ لیکن حق کے استعمال کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ آپ کی وجہ سے دوسرے کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ جبکہ شہروں کو بند کرنے سے تو شہریوں کے حقوق شدید متاثر ہوتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ اپیل کریں اور لوگ رضا کارانہ طور پر اس احتجاج کا حصہ بنیں لیکن بند کر دینے کی دھمکی دے دینا تو بالکل مختلف بات ہے۔ کیا وہ اس پوزیشن میں ہیں؟ تو یہ ایک ایسا احتجاج ہوتا ہے کہ اس میں پوزیشن کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی اس بات کی کہ آپ لوگوں کے لیے کتنا Threat بن سکتے ہیں۔ پھر اس کے بعد تھوڑے سے افراد بھی کافی ہو جاتے ہیں۔ اگر لوگوں کا ساتھ رضا کارانہ نہ ہو اور آپ نے زبردستی کروانا ہو تو اس میں تو کوئی بڑی تعداد کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ کام ہو جاتا ہے۔ جیسے کراچی میں ایم کیو ایم کرتی ہے۔ جب وہ لوگوں کو ڈراتی دھمکاتی ہے تو لوگ خود بخود شہر بند کر دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تحریکِ انصاف کا مزاج ایم کیو ایم جیسا نہیں ہے۔ وہ ایک پارلیمانی پارٹی ہیں اور جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ عوام میں ان کا تصور ایک جابر مافیا جیسا نہیں ہے۔ تو انھیں چاہیے کہ بند کروا دینے اور بند کرنے کی اپیل میں جو فرق ہے اسے ملحوظِ خاطر ضرور رکھیں ممکن ہے کہ لوگ ان کے ساتھ تعاون کریں۔

سوال: 30 نومبر کا جلسہ ظاہر کرتا ہے کہ تحریکِ انصاف اپنی اس احتجاجی تحریک کو مہمیز دے رہی ہے لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ حکومت Over confident ہے یا صورتِ حال کی سنگینی کو محسوس نہیں کر رہی؟

ایوب بیگ مرزا: حکومت کو حالات کی سنگینی کا شاید اتنا اندازہ نہیں ہے لیکن وہ Over Confident ہونے کا تاثر دینا چاہتی ہے۔ اس دھرنے کے حوالے سے حکومت کا رویہ شروع سے ہی یہ ہے کہ حالات بگڑتے دیکھ کر مذاکرات شروع کر دیتے ہیں اور جونہی دھرنے میں عوام کی شرکت کم ہونا شروع ہوتی ہے تو withdraw کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً جب طاہر القادری صاحب نے دھرنا ختم کیا تھا تو حکومت نے اس کے بعد اپنا رویہ سخت کر دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات نمٹانے کے حوالے سے کسی بھی حکومت کا یہ رویہ بہت غلط ہوتا ہے۔ اس معاملے میں بھی آپ دیکھیں کہ جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق صاحب کوشش کرتے رہے کہ اس مسئلے کا حل مذاکرات کے ذریعے نکلے اور ان کا Stance بھی بہت درست تھا۔ کیونکہ عوام کے خلاف ناجائز طور پر طاقت کا استعمال حکومت کے مسائل میں اضافہ کا باعث بن جایا کرتا ہے۔

فرید احمد پراچہ: بیگ صاحب نے حکومت کے رویے کے بارے میں جو بات کہی وہ بالکل درست ہے۔ یہ حکومت یا حکومتی وزراء کی کم ظرفی کی دلیل ہے کہ جب مسئلہ حل ہونے لگتا ہے تو اس انداز سے بیان بازی کرتے ہیں کہ فریق مخالف دوبارہ اپنے موقف پہ ڈٹ جاتا ہے۔ مثلاً جب تحریکِ انصاف کے اسمبلی ممبران پارلیمنٹ میں آئے تھے تو حکومتی ممبران نے ان پر جملے کسے تھے کہ اپنا تھوکا چاٹنے کے لیے آ گئے ہیں۔ اس طرح کے جملے کسے جائیں گے تو معاملات تو اور بگڑیں گے۔ اس موقع پر حکومت کے لوگوں کو انھیں خوش آمدید کہنا چاہیے تھا۔ اسی طرح عمران خان صاحب نے رحیم یار خان کے جلسے میں کہا کہ میں اپنے استعفیٰ کے مطالبے پر ضد نہیں کرتا بلکہ اس کو جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔ تو اس کو بھی ویلکم کرنا چاہیے تھا۔ لیکن فوراً حکومت کی طرف سے بیان بازی شروع ہو گئی کہ یوٹرن لے لیا گیا ہے۔ تو اس طرح کا طرزِ عمل نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ حکومت جو اصلاحات کرنا چاہتی ہے وہ خود بخود کرے اور عمران خان کے مطالبے کا انتظار نہ کرے۔

سوال: پاکستان کو دسمبر میں پہلے بھی ایک سانحہ پیش آ چکا ہے کیا حالات کی خرابی کی وجہ سے دسمبر میں پھر کوئی سانحہ رونما ہو سکتا ہے؟

فرید احمد پراچہ: جہاں تک دسمبر کی بات ہے تو اس کے ساتھ ہماری بڑی تلخ یادیں وابستہ ہیں۔ 16 دسمبر کو مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہوا تھا۔ اور ہماری فوج نے ہتھیار ڈالے تھے۔ تاریخ میں یہ ہمارے لیے قومی و ملی لحاظ سے بہت بڑا سانحہ ہے۔ جیسے سقوطِ بغداد ہے۔ سقوطِ اندلس ہے۔ سقوطِ دہلی ہے اسی طرح سقوطِ ڈھاکہ ہے۔ تو اس کا حوالہ دینا یا 16 دسمبر کا اعلان ہی کرنا۔ یہ کوئی خوش آئند بات نہیں ہے۔ اس پہ فوری طور پر انھیں توجہ دلائی گئی تھی۔ آج بھی بنگلہ دیش میں موجود مسلمانوں کو جنھوں نے پاکستان کا ساتھ دیا تھا، سزا دی جا رہی ہے کہ تم نے پاکستان کا ساتھ کیوں دیا تھا۔ تو اس معاملے میں بڑے تحمل کی ضرورت ہے۔ آج وہی کھیل بلوچستان میں بھی کھیلا جا رہا ہے۔ ہمارا دشمن بھارت پھر سرگرم عمل ہے۔ اور اس کے مقابلے میں قوم کی یک جہتی نظر آنی چاہیے۔ سیاسی اختلاف بالکل برقرار رہیں۔ ان میں کوئی Compromise نہ کریں۔ اور مذاکرات کے ذریعے اختلافات حل کرنے کی کوشش کریں لیکن دشمنوں کے مقابلے میں ہمیں یہ تاثر ہرگز نہیں دینا چاہیے کہ ہمارے ہاں اس قسم کی تقسیم اور تصادم ہے۔

سوال: تحریکِ انصاف کے لاہور اور فیصل آباد بند

کرنے کے امکانات ہیں۔ کیا تحریکِ انصاف کراچی کو ایم کیو ایم کی مرضی کے خلاف بند کر پائے گی اور کیا تحریکِ انصاف کے پاس اتنے کارکن ہیں کہ پورا پاکستان بند کردیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے درست کہا۔ اس لیے کہ میں نہیں دیکھتا کہ پاکستان کی تاریخ میں کسی سیاسی جماعت نے اس طرح کے تابڑتوڑ کامیاب جلسے کیے ہوں جس طرح PTI نے لاہور، فیصل آباد، اور دیگر شہروں میں کیے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کے پاس کافی تعداد میں مخلص اور پُرجوش کارکن موجود ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لگتا ہے شاید وہ لاہور اور فیصل آباد کو کامیابی سے اپنی مرضی کے مطابق بند کروالیں۔ لیکن لاہور اور فیصل آباد کے کاروباری طبقہ کا جھکاؤ مسلم لیگ کی طرف زیادہ ہے۔ اور اس وقت بھی انہوں نے اس کال کو مسترد کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان دونوں شہروں میں PTI کے کارکن بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ پڑے گا کہ ان کے کارکن ریاستی تشدد بھی برداشت کرسکتے ہیں یا صرف جلسوں میں ہی شرکت کرنے والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پہلا لاٹھی چارج ہو اور سب بھاگ جائیں۔ ایک اور بات بھی ہے کہ اگر PTI کے مظاہرے میں خواتین ساتھ ہوئیں تو پھر حکومت کے لیے مشکل پیدا ہو جائے گی۔ 9 مارچ 1977ء کو مال روڈ پر بھٹو نے جب PNA کی خواتین پر لاٹھی چارج کرایا تھا تو پھر اس بات پر ملک بھر میں احتجاج ہوا تھا۔ بہرحال میں کہنا چاہتا ہوں کہ لاہور اور فیصل آباد کو شاید وہ بند کرلیں لیکن جہاں تک کراچی کا تعلق ہے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ PTI کا ووٹ بینک کراچی میں کافی بڑا ہے اگر وہ لوگ تیار ہو گئے اور آگئے اور ایم کیو ایم ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بنی تو شاید وہ کراچی کو بھی بند کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ البتہ مجھے لگتا ہے کہ ایم کیو ایم اس معاملے میں غیر جانبداری کا مظاہرہ کرے گی۔ نہ رکاوٹ ڈالیں گے نہ ہی مدد کریں گے۔

سوال: تحریکِ انصاف نواز شریف کے استعفیٰ کے مطالبہ سے دستبردار ہو چکی ہے اب حکومت کو سپریم کورٹ کا تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

فرید احمد پراچہ: مذاکرات ہمیشہ دونوں فریقوں کی رضامندی سے آگے بڑھتے ہیں۔ اگر نیک نیتی کا فقدان ہو اور ایک دوسرے کو داؤ لگانے کی نیت ہو تو پھر مذاکرات آگے نہیں چلتے۔ حکومت کی طرف سے بار بار یہ موقف دہرایا گیا ہے کہ ساڑھے پانچ نکات مان لیے گئے ہیں۔ اگر ساڑھے پانچ مطالبات مان لیے گئے ہیں تو آدھا مطالبہ استعفیٰ کا تھا۔ اس سے عمران خان Withdraw کر گئے ہیں تو پھر تو یہ بات فائنل ہو جانی چاہیے۔ سراج الحق صاحب نے دونوں فریقوں سے تقریباً چار پانچ بار ملاقات کی ہے۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس میں بڑے اخلاص کے ساتھ انھیں بہت زیادہ کوشش کرنا پڑی۔ اب ان کا تاثر یہ ہے کہ درمیان میں credibility کا گیپ ہے جس وجہ سے خاطر خواہ کامیابی نہیں مل رہی ہے۔ حکومتی رویہ یہ ہے کہ جب وہ دباؤ میں ہوتے ہیں تو مذاکرات میں سنجیدہ محسوس ہوتے ہیں لیکن جب دباؤ ختم ہو جاتا ہے تو ان کا رویہ سخت ہو جاتا ہے۔ PTI کی طرف سے مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے چیئرمین کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر ہی زور دیتے ہیں اور اس میں لچک نہیں دکھاتے۔ اسی وجہ سے مذاکرات کامیاب نہیں ہو رہے تھے لیکن اب تو PTI نے اپنے عمل سے یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ ہر صورت مذاکرات ہی کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ ابھی 30 نومبر کو بھی انھوں نے اس بات کو دہرایا ہے کہ ہم بامقصد مذاکرات کو ترجیح دیں گے۔ گیند ہمیشہ حکومت کی کورٹ میں رہتی ہے اور اب بھی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ جن مطالبات کو وہ تسلیم کرتے ہیں، ان پر فوری طور پر عمل درآمد شروع کریں اور اگر حکومت عملی لحاظ سے ایسا کرے گی تو پھر PTI پر دباؤ بڑھ جائے گا۔ اس میں اصل معاملہ حکمرانوں کا ہے۔ حکمران یہ نہ سمجھیں کہ ان کی جان چھوٹ گئی ہے بلکہ لوگ مسائل کی آگ میں جل رہے ہیں۔ یعنی ایک تیسرا فریق پاکستان کے عوام ہیں جنھیں لوڈ شیڈنگ، کرپشن اور مہنگائی جیسے مسائل کا روز سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سرکاری دفاتر میں جن کے کام نہیں ہوتے، جن کے ہاں یہ احساس موجود ہے کہ حکومت تعلیم سے مکمل طور پر دستبردار ہو رہی ہے اور تعلیم کو تاجروں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ تو جب تک لوگوں کے مسائل حل نہیں ہوں گے حکمرانوں کو سکون کا سانس نہیں آئے گا۔

سوال: بعض لوگ اِس رائے کا اظہار کر رہے ہیں کہ PPP کا دورِ حکومت ہوتا تو ہم Judicial Activism دیکھتے ہیں اور اگر نواز شریف کا دور ہو تو عدلیہ خاموش تماشائی بنی رہتی ہے آخر کیوں؟

ایوب بیگ مرزا: میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو عدلیہ کے ہاتھوں کافی زک پہنچی ہے۔ مثلاً بھٹو کی پھانسی وغیرہ جس کے بارے میں ایک جج نے خود اعتراف کیا تھا کہ ہم سے غلط فیصلہ ہوا۔ اسی طرح جب آرٹیکل 58-B کے تحت بےنظیر کو وزیراعظم کے عہدے سے ہٹایا گیا تو عدالت نے حکومت کے حق میں اور بےنظیر کے خلاف فیصلہ دیا۔ اور جب اسی طرح نواز شریف کو ہٹایا گیا تو عدالت نے نواز شریف کے حق میں اور وقت کی حکومت کے خلاف فیصلہ دیا۔ پھر ایک دفعہ بےنظیر کو ہٹایا گیا تو پھر فیصلہ بےنظیر کے خلاف دیا گیا۔ ابھی بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اصغر خان کیس کا فیصلہ نواز شریف کے خلاف جا رہا ہے۔ اصغر خان تو قریب المرگ ہو گیا ہے لیکن اس کیس کا فیصلہ نہیں ہوا۔ جبکہ پیپلز پارٹی کے یوسف رضا گیلانی کو وزارتِ عظمیٰ سے فارغ کر دیا گیا۔ تو یہ سب کچھ تو ہوا۔ پیپلز پارٹی نے بھی کہا ہے کہ جوڈیشل ایکٹوزم ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اس وقت بھی ہمارے بعض چینل چیخ و پکار کر رہے ہیں کہ ملک میں سیاسی بحران سنگین سے سنگین تر ہوتا جا رہا ہے لیکن عدلیہ کی طرف سے اس معاملے میں کوئی ازخود نوٹس نہیں لیا جا رہا، جو لیا جانا چاہیے تھا۔

فرید احمد پراچہ: یہ جو بیگ صاحب کا تاثر ہے کہ کوئی عدالتی قتل ہوا ہے، میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس لیے کہ بھٹو صاحب کے خلاف ایف آئی آر ان کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں درج ہوئی تھی۔ مدعی ان کی اپنی پارٹی کا سابق ممبر تھا۔ پھر اس کے بعد اس میں evidence پیش ہوئے اور وہ کیس ایک طویل عرصے تک چلتا رہا۔ بھٹو صاحب خود پیش ہوئے۔ ان کے بیانات کتابوں کی شکل میں شائع ہوئے۔ تو اس کیس میں controversy یہ تھی کہ اسے میرٹ پر نہیں بلکہ سیاسی طور پر لڑا گیا۔ پیپلز پارٹی کو اپنے وکلاء سے شکایات تھیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو اس انداز میں پیش کرنا کہ عدالت نے پیپلز پارٹی کے خلاف فیصلے دیے ہیں اور حکومتیں توڑی گئی ہیں (جبکہ اس میں متاثرہ سابق وزیراعظم پنجاب سے بھی تھے اور سندھ سے بھی تھے) شاید ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اگر کہیں یہ تاثر موجود ہے تو عدالتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس تاثر کو ہر صورت میں دور کریں۔

سوال: راحیل شریف کا امریکہ کا سرکاری دورہ 7 روزہ تھا

جو بڑھ کر 20 روزہ ہوگیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا پاکستان کے اندرونی حالات سے اس کا کوئی تعلق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات کافی حیران کن ہے کہ آرمی چیف کا دورہ جو کہ صرف سات روزہ تھا اسے ان کی امریکہ میں موجودگی کے دوران ہی 20 دن تک بڑھا کر نجی دورے میں convert کر دیا گیا ہے۔ غالباً 30 نومبر بروز اتوار وہ جان کیری سے ملے اور انہیں ڈنر دیا گیا۔ امریکی روایات کے مطابق وہ اتوار کے دن کسی کو ڈنر نہیں دیتے ماسوائے اس ہیڈ آف دی سٹیٹ کے جسے وہ ترجیح دیتے ہوں، اسے دیتے ہیں۔ تو اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ جنرل راحیل شریف کو وہاں اتنا پروٹوکول کیوں ملا ہے؟ اس سے اندازہ تو یہ ہوتا ہے کہ راحیل شریف کی امریکیوں سے بہت زیادہ قربت ہو چکی ہے۔ جان کیری نے کہا ہے کہ پاکستانی فوج بائنڈنگ فورس ہے۔ مجھے اس بات سے شدید اختلاف ہے یہ تو سمجھنا ہی اصولی طور پر غلط ہے کہ پاکستان میں فوج بائنڈنگ فورس ہے۔ آج جس حال تک ہم پہنچے ہیں۔ اس کی وجہ ہماری ایسی ہی کج فہمیاں ہیں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی اصل بائنڈنگ فورس دین اسلام ہے، تھی اور رہے گی۔ ہم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہم نے اسے بائنڈنگ فورس بنایا ہی نہیں۔ یعنی ہم نے اسلامی نظام کو نافذ ہی نہیں کیا اگر ہم نے اسلامی نظام کو اپنایا ہوتا تو یقیناً اسلامی فوج بائنڈنگ فورس ہوتی۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بنگلہ دیش اور KPK کے لوگوں میں کوئی بھی بات ایک جیسی نہیں تھی، نہ کھانا، نہ پینا، نہ لباس، نہ زبان، نہ جغرافیہ، بیچ میں اتنا فصل، اور ایک بہت بڑا دشمن ملک اتنے زیادہ فرق موجود تھے۔ پھر ایک ملک کیسے بن گیا؟ اصل میں صرف اسلام ہی پاکستان کے قیام کی مشترک بنیاد تھی اور یقین کیجیے کہ ہمارے لئے دین کے علاوہ کوئی اور بائنڈنگ فورس ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام کو اس ملک میں نافذ کیجئے۔ ان شاء اللہ ایک بے مثل، متحد، مستحکم، مضبوط اور خوشحال پاکستان آپ کے سامنے آئے گا۔ اور یہی اصل نیا پاکستان ہوگا۔

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

شکر باللسان

محمد سہیل، کراچی

شکر کی تعریف میں دو چیزیں شامل ہیں۔ ایک ہے ''اعتراف نعمت'' یعنی انسان کو نعمت کا تعارف حاصل ہو جائے، انسان نعمت کو پہچان لے کہ یہ ایک نعمت ہے۔ پھر اس کے بعد آتا ہے ''اظہار نعمت'' یعنی انسان عطا ہونے والی نعمت کا اظہار بھی کرے۔ اللہ نے سورۃ الضحیٰ آیت 11 میں فرمایا: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝﴾ ''اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجیے۔'' یہ اظہار تین سطحوں پر ہو گا: دل سے، زبان سے اور اپنے عمل سے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں جیسا کہ اللہ نے سورۃ النحل آیت 18 میں فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ﴾ ''اگر تم چاہو کہ اللہ کی نعمتوں کا شمار کر سکو تو نہیں کر سکتے''۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ زمین پر بسنے والوں کی اکثریت کو یہ نعمتیں دکھائی ہی نہیں دیتیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہے؟ یہ کہ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: 243) ''اور انسانوں کی اکثریت ناشکری ہے۔'' اللہ چاہتا ہے کہ ہم شکر گزاروں میں سے ہو جائیں۔ سورۃ الاعراف آیت 144 میں فرمایا: ﴿وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ ''شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ''۔ ناشکری کرنے والے نہ بنو۔ مزید براں اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ اگر تم میری نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو اس میں فائدہ بھی تمہارا اپنا ہی ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (ابراھیم: 7) ''اگر تم میری نعمتوں پر شکر گزاری کرو گے تو میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا۔''

عزیز قارئین! انسان کے متقی، سلیم الفطرت ہونے اور رشد و ہدایت پر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسے اللہ کی نعمتیں دکھائی دینے لگیں۔ اور اسے اللہ کے انعامات کا ادراک اس قدر ہو کہ اُن انعامات کے مقابلہ میں وہ نعمتیں جو انسان کو نہیں ملیں اتنا کم تر لگیں کہ انسان کبھی اللہ سے شکوہ و شکایت نہ کرے۔ ہم دیکھتے ہیں اللہ کے جو نیک بندوں کو جب اللہ نے نعمتوں سے نوازا تو انہوں نے اس نعمت کو نہ صرف پہچان لیا بلکہ زبان سے اس کا اظہار بھی کرنے لگے۔ اسی اظہار نعمت کے حوالے سے قرآن حکیم میں اللہ کے نیک بندوں کے واقعات کا تذکرہ ہوا ہے۔ آیئے، ان کا مطالعہ کریں۔

پہلا مقام سورۃ الاعراف کا ہے۔ اس کی آیت نمبر 43 میں ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو ان کی زبانوں پر شکر کا ترانہ ہوگا: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ﴾ ''وہ کہیں گے کہ کل شکر کل تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک کی ہدایت عطا فرمائی، اور ہم ہرگز ہرگز ہدایت پانے والے نہ ہوتے اگر اللہ ہی نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی، بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔'' یعنی انہوں نے جو نوید سنائی تھی جنت کی صورت میں وہ بھی سچ ہوگئی اور جو وعید سنائی تھی جہنم کی صورت میں وہ بھی سچ ہوگئی ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ''اور اس روز منادی کر دی جائے گی کہ تمہیں ان اعمال کے صلے میں جو تم کرتے رہے ہو، جنت کا وارث بنا دیا گیا ہے۔'' ایک ہی آیت میں دونوں رخ بیان کر دیے گئے۔ بندہ کہے گا کہ اے اللہ تیرا فضل ہوا ہے کہ جو میں جنت میں داخل ہوگیا اور اللہ فرمائے گا کہ نہیں میرے بندے تو نے بھی محنت کی تھی، وقت لگایا تھا، بڑی پابند زندگی گزاری تھی۔ لہٰذا تمہیں جنت کا وارث بنا دیا گیا ان اعمال کے صلے میں جو تم کیا کرتے تھے۔

دوسرا مقام سورۃ الصافات (آیات 50 تا 61) کا ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ جب بندۂ مومن کو بتا دیا جائے گا کہ اب تم جنت میں ہمیشہ ہمیش رہو گے اور دنیا کی تکالیف سے تمہیں چھٹکارا مل گیا ہے، تو وہ کس طرح سے اظہار کرے گا۔ اہل جنت، جنت میں ایک دوسرے سے سوالات کر رہے ہوں گے اور سوالات بھی بہت خوب ہیں کہ بھئی تم تو جنت میں آ گئے ہو، کیا یہاں تک

پہنچنے میں کچھ لوگ تمہاری رکاوٹ نہیں بنے اور تمہیں سیدھے رستے سے بھٹکانے کی کوشش نہیں کی۔ فرمایا: ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝﴾ ”پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال (وجواب) کریں گے۔“ ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ۝ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝﴾ ”ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا، وہ مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تو تصدیق کرنے والوں میں سے ہے۔ بھلا جب ہم مرگئے، مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو کیا پھر ہم کو بدلہ ملے گا۔“ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص آخرت کا انکاری تھا اور اس بات کو سچا نہیں جانتا تھا کہ انسان جو بھی عمل کر رہا ہے اس کو محفوظ کیا جا رہا ہے اور پھر اسی عمل کی بنیاد پر آخرت میں کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ہوگا۔ اب اس اہل جنت سے کہا جائے گا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اس شخص کا انجام دیکھو۔ الفاظ ہیں: ﴿قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝﴾ ”(پھر) کہا جائے گا کہ بھلا تم کو مطلع کیا جائے اس شخص پر“ ﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝﴾ ”پس جب اس کو دیکھے گا تو وسط دوزخ میں پائے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم تو تو مجھے ہلاک ہی کر چکا تھا، اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو عذاب میں داخل کیے گئے ہیں۔“ اب اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہے گی۔ اپنے جنت کے ساتھیوں سے پوچھے گا۔ ﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝﴾ ”کیا اب تو ہم کبھی نہیں مریں گے، ہاں جو پہلی بار (دنیا میں) مرنا (تھا سو مر چکے)، اب تو ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“ جب اسے بتایا جائے گا کہ نہیں اب تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، تو وہ کہے گا: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ ”بے شک یہ ہے عظیم کامیابی“ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝﴾ ”عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ اس کے لیے عمل کریں۔“ یہ ہے مقابلہ کا اصل میدان، اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ دنیا میں اپنے سے نیچے والے پر نگاہ کریں اور دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں۔

تیسرا مقام سورۂ یٰس کا ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ایک قوم کی طرف اللہ نے رسولوں کو بھیجا، تو قوم نے نہ صرف رسولوں کی دعوت کو رد کیا بلکہ ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ ایسے میں ایک بندۂ مومن نے جو اللہ پر ایمان لا چکا تھا اپنے ایمان کا اظہار کر دیا۔ فرمایا: ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾ (آیات: 20 تا 22) ”اس نے کہا اے میری قوم پیروی کرو رسولوں کی، ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے اجرت نہیں مانگتے اور خود بھی سیدھے راستے پر ہیں۔“ ﴿وَمَا لِىَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِىْ فَطَرَنِىْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ ”اور مجھے کیا ہوا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔ اسی کی طرف تو تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔“ ﴿اِنِّىْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝﴾ (آیت: 25) ”میں تو اپنے رب پر ایمان لا چکا تو تم بھی میری بات سن رکھو“ یعنی ایمان لے آؤ۔ معلوم ہوتا کہ قوم نے اس کو قتل کر دیا۔ جیسے ہی اس کو شہید کیا گیا تو الفاظ ہیں: ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ﴾ ”حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہو جا“ ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِىْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِىْ رَبِّىْ وَجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝﴾ (یٰس: 26، 27) ”بولا کاش کہ میری قوم کو خبر ہو کہ میرے رب نے مجھ کو بخش دیا اور مجھے عزت والے لوگوں میں شامل کر دیا۔“ نوٹ کیجیے، اس میں ایک داعی کا وصف انسانی ہمدردی بھی خوب واضح ہوتا ہے کہ جن کے ہاتھوں ہلاک ہوا مرنے کے بعد بھی ان ہی کی خیر خواہی چاہ رہا ہے، کہ اگر میری قوم کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جس دعوت کی طرف میں انہیں بلا رہا تھا اس کا کتنا حسین انجام ہے تو اس گمراہی سے باز آ جائیں اور رسول کی پیروی کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائیں۔

آخری مقام سورۃ النمل کا ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے کیسی خوب بادشاہت عطا کی تھی۔ انسانوں پر تو ان کا حکم چلتا ہی چلتا تھا، جنوں پر بھی ان کی حکومت تھی۔ جانور بھی، چرند پرند بھی، ہوائیں بھی اور پہاڑ بھی آپ کے ماتحت تھے۔ اس سب کے باوجود ان کا ایک واقعہ ملتا ہے کہ وہ ایک روز کسی مہم کے لیے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ان کو چیونٹی کی آواز سنائی دی، چیونٹی اپنی بقیہ ماندہ چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی کہ اپنے اپنے بلوں میں چلی جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر آئے اور ہم ان کے پاؤں تلے روندی جائیں اور انہیں معلوم تک نہ ہو۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جو ردعمل ہوا وہ یہ تھا کہ ﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ ”تو مسکرائے ہنسی کے ساتھ سلیمانؑ اُس کی بات سے“ ﴿وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ﴾ ”اور عرض کی اے میرے رب! توفیق عطا فرما مجھے کہ میں شکر کروں تیری اُس نعمت کا جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی“ ﴿وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ﴾ ”اور میں کروں وہ نیک کام کہ تو خوش ہو جائے جس سے“ ﴿وَاَدْخِلْنِىْ بِرَحْمَتِكَ فِىْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (آیت: 19) ”اور داخل فرما مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں“۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شکر کی توفیق اللہ سے مانگ رہے ہیں۔ یعنی اے اللہ پاک تیرے احسانات تو مجھ پر بے شمار ہیں۔ میں نے ان کو پہچان لیا۔ لہٰذا اے میرے رب! اب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ان کا شکر بھی ادا کر سکوں۔ نبی اکرم ﷺ فرض نماز کے بعد جو اذکار کیا کرتے تھے ان میں یہ بھی شامل ہوتا تھا کہ ﴿اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ ”اے اللہ مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرا خوب ذکر کرسکوں، تیرا خوب شکر کروں اور خوب سجا کر تیری عبادت کرسکوں۔“

آخر میں شکر باللسان کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی روشن زندگی سے ایک واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ دعوت دین کے لئے مکہ سے طائف گئے۔ جب واپس مکہ میں داخل ہوئے ہیں تو آپ ﷺ کو ایک کافر ”مطعم بن عدی“ نے امان دی تھی۔ آپ ﷺ ہمیشہ اس کا یہ احسان مانا کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس کا اظہار اس طرح سے کیا کہ جب غزوہ بدر کے قیدی لائے گئے اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ آیا ان افراد کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا لڑنے کے قابل افراد کو قتل کر دیا جائے تو اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان کے لیے سفارش کرتا تو میں ان سب کو معاف کر دیتا۔ مطعم بن عدی ایک کافر تھا۔ اس کے ایک احسان کا اظہار آپ ﷺ اس انداز سے کر رہے ہیں۔ عزیز قارئین! ہم پر بھی اللہ کے اور اس کے بندوں کے بے شمار احسانات ہوتے ہیں۔ اللہ کرے کہ اول تو ہمیں وہ سب دکھائی دینے لگیں اور پھر اللہ ہی سے دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں اللہ شکر کی بھی توفیق عطا فرما دے۔ ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا، دینی فرائض کا علم میں آ جانا، ان فرائض کو ادا کرنے کے لیے ایک جماعت کا دستیاب ہونا، پھر اس جماعت میں شامل ہونے پر قرآن سے لگاؤ پیدا ہو جانا بلاشبہ بہت بڑے بڑے انعامات ہیں۔ اللہ ہمیں ان سب نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نعمتوں میں مزید اضافہ کر دے۔ آمین!

امتِ مسلمہ کا زوال وانحطاط

سہیل احمد

جہالت کا گھٹاٹوپ اندھیرا ہر سو چھایا ہوا تھا اور روشنی کا نہ تو کوئی سبب نظر آ رہا تھا اور نہ کوئی اُمید تھی۔ قریب تھا کہ اندھیرے کی وحشت مزید دو چند ہوتی کہ ہر گھرے اندھیرے کے بعد صبح کا نور پھیلتا ہے کے قانونِ قدرت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اور نورِ خدا پھیل گیا۔ نبی کریم ﷺ نہ صرف عرب کے لق ودق صحرا کے رہنے والوں کے لیے بلکہ دنیا کے آخری انسان تک کے لیے رحمت للعالمینؐ بنا کر بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

(الأنبياء: 107)

”اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔“

نبی کریم ﷺ جہاں جہان والوں کے لیے سراپا رحمت ہیں وہیں اپنی امت کے غمخوار بھی ہیں۔ چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے جہاں ایک طرف عقائد و ایمانیات، عبادات و اخلاقیات، معاشرت و معاملات، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے بارے میں ہدایات دیں اور اُمت کی راہنمائی فرمائی، وہیں دوسری جانب مستقبل میں واقع ہونے والے دینی زوال وانحطاط اور تغیرات وفتن کے بارے میں بھی اُمت کو ہدایت و راہنمائی عطا فرمائی۔ اس بات کو قرآن میں مختلف انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے:

(وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝) (الفرقان: 56)

”اور ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا۔“

(وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝) (الإسراء: 105)

”اور حق کے ساتھ ہم نے اُس (قرآن) کو نازل کیا اور حق کے ساتھ وہ نازل ہوا اور ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا“

”اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا۔“ (الاحزاب: 45)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر منکشف فرمایا کہ جس طرح پچھلی امتوں میں دینی زوال اور انحطاط آیا اور وہ طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا ہو کر اللہ کی نصرت سے محروم ہوگئیں، ایسے ہی حالات آپ ﷺ کی اُمت پر بھی آئیں گے۔

”ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی ایسی زبردست پیروی کرو گے (حتیٰ کہ) ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز پر (یعنی ذرا سا بھی فرق نہ ہوگا) حتیٰ کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی داخل ہوگے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اور کون مراد ہوسکتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

”حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی وہی کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا اور دونوں میں اتنی مطابقت ہوگی جتنی جوتیوں کے جوڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ۔“ (سنن الترمذی، کتاب ایمان)

رسول ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ پچھلی امتوں کے گمراہ لوگوں کی پیروی کریں گے۔ جن گمراہیوں اور غلط کاریوں میں وہ مبتلا ہوئے تھے یہ بھی اُن میں مبتلا ہوں گے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرتی برائیاں اُن کا خاصہ تھیں۔ انبیاء ورسل کی تکذیب اور اُن کی لائی ہوئی شریعت کو نہ مانا کہیں زبانی مان کر عملاً روگردانی کی روش اختیار کی، جس کی بنیاد پر وہ قومیں موجب عذاب ٹھہریں۔ آج وہ برائیاں اُمتِ محمدیہ ﷺ میں بھی رائج ہیں۔ ان لوگوں نے اگر رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ایمان لاکر عملی تکذیب کی روش اپنائی۔ اگر نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے اولیاء کو شریک ٹھہرایا تو آج اُمتِ محمدیہ ﷺ کا بیشتر حصہ یہی کچھ عقیدت اور محبت کے نام پر کر رہا ہے۔

اگر صالح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کے معجزہ کا انکار کیا تو آج معجزہ محمدی ﷺ یعنی قرآن کی تعلیمات اور احکامات کو جانتے ہوئے بھی ہم اپنی زندگی میں اسے نافذ کرنے سے گریزاں ہیں۔ اگر شعیب علیہ السلام کی قوم نے ناپ تول میں کمی کی، آج کمی کے ساتھ ملاوٹ کا مکروہ فعل ہمارا کاروبار ہے۔ اگر قوم لوط علیہ السلام ہم جنس پرستی میں ملوث تھی تو ہمارے یہاں ایسی سوسائٹیز ہیں جہاں پر عورتیں بھی اِس قبیح فعل کا شکار ہیں۔ اگر یہود نے اپنے انبیاء وعلماء کو قتل کیا تو آج کے ہمارے اہلِ علم بھی محفوظ نہیں۔ اگر وہ شکر نہیں کرتے تھے، کفر کرتے تھے، تو ہم آج شکر کے نام پر کفرانِ نعمت کرتے ہیں۔

یہ صرف نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی ہی نہیں ہے بلکہ بڑے مؤثر انداز میں آگاہی ہے کہ مجھ پر ایمان لانے والے خبردار اور ہوشیار رہیں اور پچھلی اقوام و امم کی گمراہیوں اور غلط کاریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ ہر وقت استغفار کرتے رہیں اور قرآن کریم پر غور وفکر اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی اختیار کیے رکھیں۔ تفرقہ سے اجتناب کرتے ہوئے قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں (ایک قرآن اور دوسری میری سنت)۔ جواب دہی کا احساس ہر وقت اپنے اوپر غالب رکھیں، کیونکہ قیامتِ کبریٰ تو مقررہ وقت پر ان شاء اللہ برپا ہو کر رہے گی اور میدان حشر میں ایک دن اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور سزا یا جزا کا موجب ٹھہرایا جائے گا۔ لیکن ایک قیامتِ صغریٰ یعنی ہماری موت تو بالکل قریب ہی ہے کہ جس کے آجانے کے بعد اکتسابِ عمل کا موقع ختم ہو جانے والا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے دین کے لیے کی گئی محنتوں کو قبول فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے اور جو ذلت ومسکنت اور گمراہی کے اندھیرے اِس وقت اُمتِ مسلمہ پر چھائے ہوئے ہیں اللہ اِن سب سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

فاعتبروا یا اولی الابصار

محمد سمیع

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دنیا بھر کی زبانیں سیکھ سکتے ہیں لیکن اگر نہیں سیکھتے تو عربی زبان نہیں سیکھتے حالانکہ اس پر ہماری دنیا و آخرت کی فلاح کا انحصار ہے۔ لہٰذا ہم قرآن کو جو عالم انسانیت کے لئے رہتی دنیا تک کامل ہدایت ہے، محض ایک مقدس کتاب سمجھتے ہیں۔ اگر اس کی تلاوت کرتے ہیں تو محض حصول وایصال ثواب کا ذریعہ سمجھ کر۔ ہمارے علماء نے اس حدیث کو تو بہت عام کیا جس میں قرآن کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کے ثواب کی خوشخبری دی گئی ہے لیکن ان حدیثوں کو نہیں جن میں سے ایک میں فرمایا گیا کہ وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا جس نے قرآن کی حرام کردہ شے کو حلال کر لیا ہو اور دوسری میں فرمایا گیا کہ قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف۔ ہمارے حق میں قرآن حجت تب ہی بن سکتا ہے جب ہم اس کے احکامات پر انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر عمل کریں اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یہی قرآن ہمارے خلاف حجت بن جائے گا۔ تلاوت کے معنی بھی ہم نہیں جانتے کہ تلاوت پیچھے پیچھے چلنے کو کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت، قرآن کے پیچھے پیچھے چلنے یعنی اس کی پیروی کرنے کا نام ہے۔ اگر اتنا بھی ہمیں معلوم ہوتا تو ہم میں عربی زبان کی تحصیل کا جذبہ پیدا ہوتا تا کہ اس کے مندرجات کو سمجھ سکیں۔ کیونکہ جب تک قرآن کے مندرجات کو نہ سمجھا جائے، ہم اس کی پیروی کیسے کر سکتے ہیں؟ قرآن میں بار بار آیا ہے کہ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے، کیا تم قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے، کیا تم قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا تمہارے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں۔ بار بار قرآن یہ کہتا ہے پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ قرآن میں سابقہ انبیاء ورسلؑ کے زمانے کے واقعات اسی مقصد کے لئے درج کئے گئے ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح انہوں دین کی دعوت اپنے لوگوں کے سامنے پیش کی اور کتنے لوگوں نے ان کی دعوت قبول کی اور کتنوں نے اسے رد کیا۔ دعوت کو رد کرنے والوں پر اللہ کے کون کون سے عذاب نازل ہوئے اور انبیاء ورسلؑ اور ان کی دعوت کو قبول کرنے والوں کو کس طرح بچا لیا گیا۔ لیکن کفار و مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ سب تو پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ آج ہم اگر اپنے رویوں کا جائزہ لیں تو ہمیں بھی محسوس ہوگا کہ ہم بھی ان واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے تو ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا رہ گیا۔

آیئے ہم صرف اس سانحے پر غور کرتے ہیں جو 16 دسمبر، 1971 کو سقوط ڈھاکہ کی شکل میں برپا ہوا۔ سب سے پہلے عبرت کا مقام یہ ہے کہ جس قوم پر ہم نے کئی سو سال حکمرانی کی، اس کے ہاتھوں اللہ نے ہمیں شکست سے دوچار کیا۔ اگر ہم قرآن کی زبان کو سمجھتے تو اس سانحے پر فوراً ہمارا ذہن ان بستی والوں کی طرف جاتا جن کا ذکر سورۃ توبہ میں آیا ہے۔ یہ ایک مفلس قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ سے اس قوم نے دعا کی اس وعدے کے ساتھ کہ اگر وہ انہیں غنی کر دے تو خوب صدقہ و خیرات کریں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی تو انہیں اپنا وعدہ یاد نہیں رہا نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ اگر ہم صرف اس واقعے پر غور کریں تو اس میں ہمارا اپنا عکس نظر آئے گا۔ ہم نے بھی اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو نے ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے نجات دے دی اور ایک خطۂ زمین عطا کر دیا تو ہم اسے دنیا کے سامنے ایک اسلامی ریاست کا نمونہ بنا کر پیش کریں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمالی تو ہم اپنے وعدے کو بھول گئے۔ اگر ہم قیام پاکستان کے فوراً بعد اپنا وعدہ پورا کر دیتے تو ہم اس نفاق سے بچ جاتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں داخل کر دیا ہے۔ اسلام کے نام پر متحد ہونے والی قوم نفاق عملی اور نفاق باہمی دونوں میں مبتلا ہوگئی۔ انفرادی طور پر ہم میں سے جو جتنا بڑا بنا، وہ اتنا ہی بڑا جھوٹا، خائن اور وعدہ خلاف بن گیا اور اجتماعی طور پر ہم لسانی، علاقائی اور مذہبی گروہوں میں بٹ کر رہ گئے۔ زبان کی بنیاد پر ہی تو بنگلہ دیش بنا۔ لیکن ہم نے اس واقعے سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ ذرا غور فرمائیں کہ جن قیادتوں نے ملک کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کس طرح عبرت کا نشان بنا دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو جس نے کئی مثبت کارنامے انجام دیئے جس میں اسلامی سربراہی کانفرنس اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے سمیت قوم کو ایک متفقہ آئین دینا بھی شامل ہے، کی زندگی کا خاتمہ پھانسی کے پھندے پر ہوا۔ شیخ مجیب الرحمٰن جسے بنگلہ دیشیوں نے بنگو بندھو قرار دیا تھا، کو خاندان کے تمام افراد سمیت قتل کر دیا گیا سوائے حسینہ واجد کے جو اس وقت بنگلہ دیش میں موجود تھی۔ اس نے بھی اپنے باپ کے حشر سے سبق حاصل نہیں کیا اور آج کل اس نے پاکستانی فوج کا ساتھ دینے والے لیڈروں کو پھانسی دلوانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اندرا گاندھی کو بھی نہیں بخشا جس نے بزعم خود کہا تھا کہ آج ہم نے نظریۂ پاکستان کو دریائے بوڑھی گنگا میں غرق کر دیا۔ اسے بھی اس کے اپنے ہی محافظ نے قتل کر دیا۔ اور اُس کے دونوں بیٹے سنجے گاندھی اور راجیو گاندھی بھی قتل کر دیئے گئے۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ان واقعات سے بھی عبرت حاصل کرنے پر آمادہ نہیں۔ ہم سب صرف اس رب کو پہچانتے ہیں جو بڑا نکتہ نواز ہے۔ ہم اپنی بدعملیوں کو اس کی نکتہ نوازی سے ڈھانپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ نکتہ نواز ہے تو قہار و جبار بھی ہے اور شدید ذوانتقام بھی۔ ہمارے حکمراں اب بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کی راہ ہموار کرنے کے برعکس اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے باز نہیں آ رہے۔ حالانکہ ہم مسلسل اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ وزیر داخلہ نے بتایا ہے کہ نائن الیون کے سانحے کے بعد نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن بننے کے نتیجے میں ہم پچاس ہزار قیمتی جانوں سے محروم ہو چکے ہیں اور 80 ارب روپے کا خسارہ برداشت کر چکے ہیں۔ لیکن ہم اس کے باوجود اس جنگ سے باہر نکلنے کے لئے تیار نہیں۔ مقام حیرت ہے نائن الیون کے سانحے کے نتیجے میں امریکہ میں صرف کوئی 3500 ہزار افراد کی جانیں گئی تھیں جس کے بعد کوئی دہشت گردی کا واقعہ وہاں رونما نہیں ہوا لیکن ہم گزشتہ تیرہ برس سے وقفے وقفے سے سانحہ

نائن الیون جیسے حادثات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ کیا یہ صورتحال ہماری عبرت پذیری کے لئے کافی نہیں۔ کیا ہم اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں کہ جس مسلم لیگ نے پاکستان کے قیام کو ممکن بنایا اور جس نے ڈھاکہ میں جنم لیا اور جہاں کے لوگوں نے پاکستان کے حق میں سب سے زیادہ ووٹ دیئے تھے، وہ سب سے پہلے پاکستان کو خدا حافظ کیوں کہہ گئے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی بجائے مغرب کے استحصال اور جبر پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوریت کو اپنے سینے سے لگالیا۔ جہاں عدل نہ ہو، وہاں ظلم ہی ہوگا اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے حقوق غصب ہوں گے اور ان میں احساس محرومی پیدا ہوگا۔ آج بھی چھوٹے صوبے کے لوگوں میں احساس محرومی موجود ہے لیکن ہم اسی نظام کے شیدائی ہیں۔

ہندوستان کے اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے اپنے ووٹ سے پاکستان کے قیام کو ممکن بنایا تھا، ان کی نسلوں کے لاکھوں افراد آج بنگلہ دیش میں محصور ہیں، ہم نے ان سے آنکھیں کیوں پھیر رکھی ہیں جب کہ ان لوگوں نے پاکستان کے قیام اور بعد ازاں پاکستان کے دفاع کے لئے جانی، مالی اور عزت و آبرو کی قربانی پیش کی۔ کیا ان کا یہ حق نہیں کہ انہیں اپنے وطن واپس لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی سزا منافقت کی صورت میں آج بھی ہم پر جاری ہے۔ ہم آج بھی انہیں علاقائی، لسانی اور مذہبی گروہوں میں تقسیم، اللہ کے اس شدید ترین عذاب میں مبتلا ہیں جس کا ذکر سورۃ انعام میں آیا ہے۔ وہ ہمیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا رہا ہے۔ سنگین ترین بدامنی قتل و قتال، خودکش حملوں اور دھماکوں کی صورت میں جاری ہے۔ مہنگائی، بیروزگاری، لوڈشیڈنگ وغیرہ کا عذاب ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اللہ سے کئے گئے وعدے کی خلاف ورزی پر اس کے حضور توبہ کریں اور فوری طور پر مملکت خداداد پاکستان میں اس کے نظام عدل اجتماعی کو نظام خلافت کی صورت میں قائم کریں اور شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لائیں اس سے پہلے کہ اللہ کا کوئی بہت بڑا عذاب خدانخواستہ ہمیں اپنی گرفت میں لے لے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور سیاسی قائدین سمیت عوام کے ہر طبقے کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد میں حصہ لے کر اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

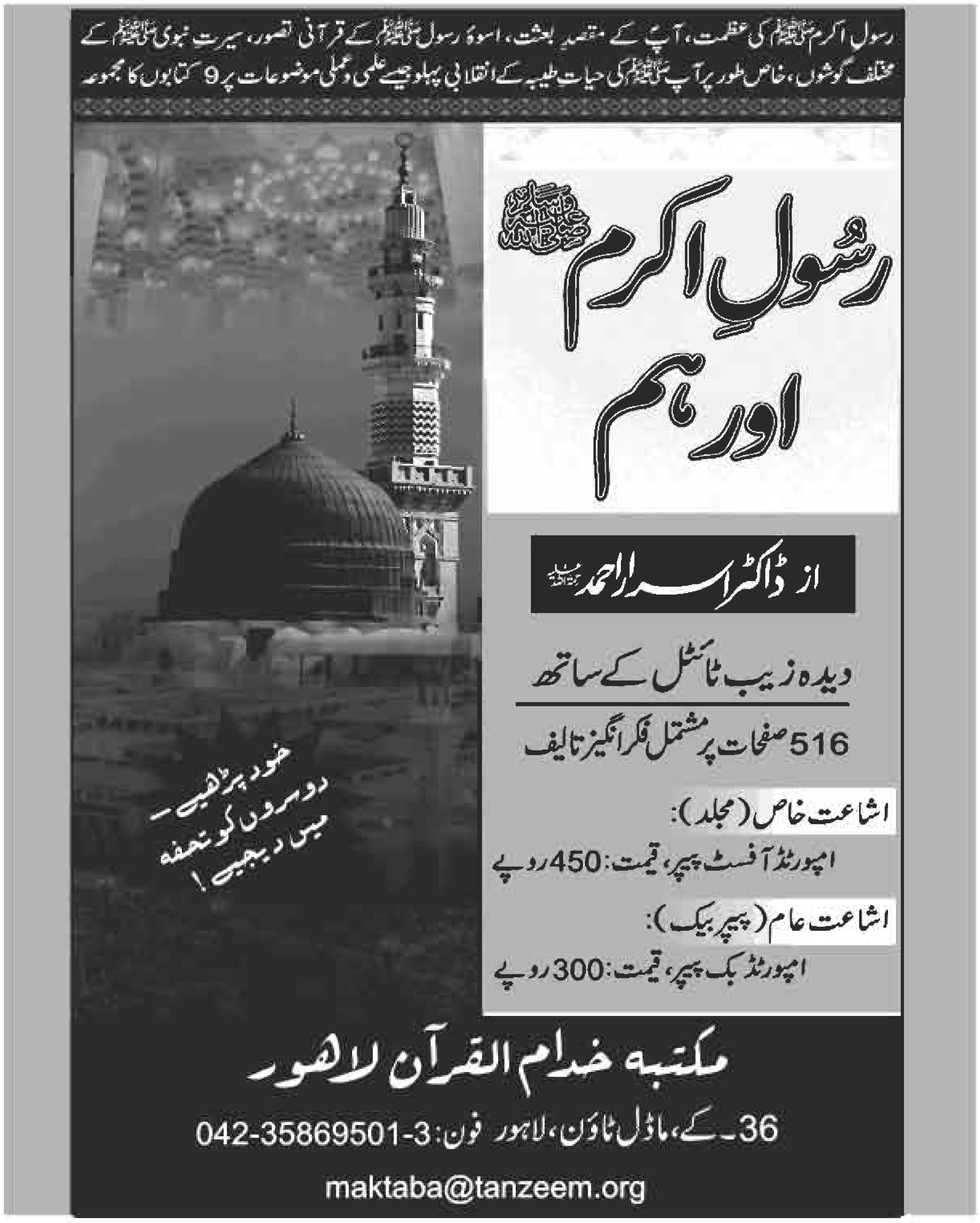

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی اورنگی ٹاؤن کے امیر محمد عمران کے والد محترم شدید علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ (آمین) رفقاء واحباب سے بھی درخواست ہے کہ ان کی جلد صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

ضرورت رشتہ

☆ تنظیم اسلامی لاہور کے ایک رفیق کو اپنی بیٹی، تعلیم بی ایس سی آنرز کیمسٹری (جاری)، عمر 26 سال، پابند صوم وصلوٰۃ کے لئے دینی شعائر کے پابند پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-8793577

☆ تنظیم اسلامی وہاڑی کے رفیق کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم الہدیٰ کورس، ایم ایس سی فزکس کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

0334-7721342 0300-7721342

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی عمر 28 سال، تعلیم ایم بی اے، جبکہ دوسری بیٹی عمر 23 سال، تعلیم میٹرک، حافظ قرآن کے لئے دینی مزاج کے حامل موزوں رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0322-6664549

☆ کھاریاں میں رہائش پذیر جٹ گوندل فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ماسٹر ڈگری، رفیق تنظیم، سرکاری ملازم، کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

0321-594631 0341-1145336

☆ بیٹی، عمر 28 سال، قد 5.2''، تعلیم ایم اے اسلامیات، دینی تعلیم کی حامل، ستر وحجاب کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-8568071

☆ لاہور میں رہائش پذیر گوندل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات (جاری) قد "5.6، پردے کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ:

0322-8408582 (042)35246124

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے شعبہ مطبوعات کے کارکن حافظ محمد زاہد کی خالہ وفات پاگئیں

☆ امیر مقامی تنظیم فورٹ عباس حافظ فرخ ضیاء کی پھوپھی جان وفات پاگئیں

☆ تنظیم اسلامی کے منفرد اسرہ عارف والا کے رفیق محمد اختر جوئیہ کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں

☆ ناظم بیت المال انجمن خدام القرآن جھنگ محمد انور سعید کے والد حاجی محمد رمضان اور خالہ جان وفات پاگئے

☆ سید محمد آزاد (امیر تنظیم اسلامی میرپور) کے ماموں چودھری احمد دین (سابق امیر مقامی تنظیم) انتقال کر گئے

☆ آزاد کشمیر کے رفیق تنظیم ممتاز حسن کے ماموں چودھری محمد عالم وفات پاگئے

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب سید مظاہر رومی کے والد محترم رحلت فرما گئے

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے مبتدی رفیق حاجی غلام فرید کی والدہ وفات پاگئیں

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق فیصل اقبال قریشی کی ہمشیرہ روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پاگئیں

☆ ملتان کینٹ کے رفیق عدنان جمیل قریشی کے چچا وفات پاگئے

☆ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم مالیات جناب وسیم احمد میمن کے تایا رحلت فرما گئے

☆ محمد انور وڑائچ (معتمد تنظیم اسلامی نیو ملتان) کے والد محترم وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے ناظم بیت المال محمد کامران فاروق کے والد محترم وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے رفیق فہیم مشتاق کے بہنوئی انتقال کر گئے

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے رفیق طاہر خلیل کی خالہ وفات پاگئیں

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے رفیق کلیم اللہ کے چچا بقضائے الٰہی وفات پاگئے

اللہ رب العزت مرحومین کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے، اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین) قارئین ندائے خلافت سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

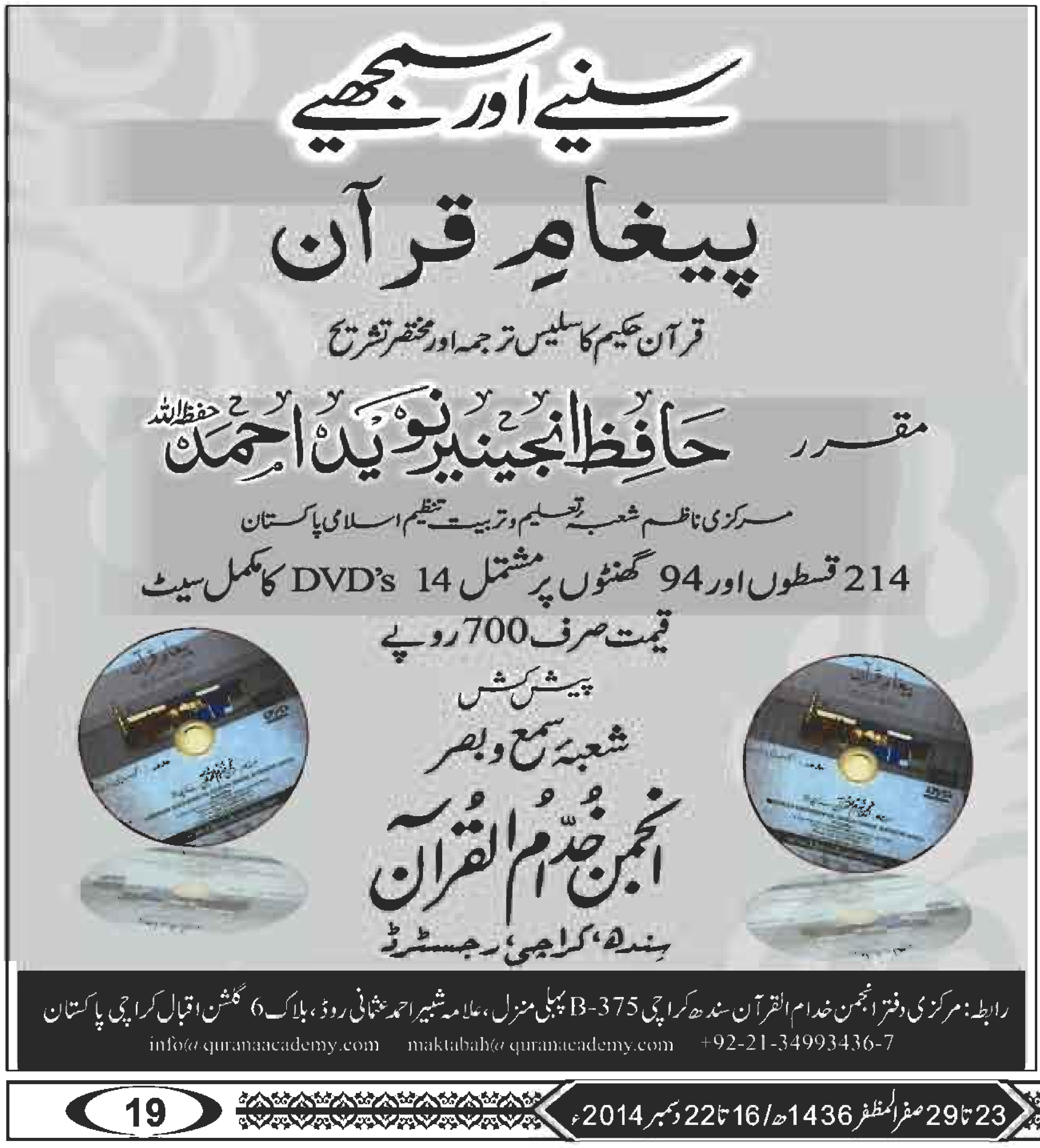

On Shariah, Islam and Modernity: The Central Domain of the Moral

Khalid Baig

This is from Wael Hallaq:

"As we saw, Shari'a's moral bent was like a thorn in the side of colonialism in the Muslim world, a thorn that had to be extracted. Shari`a's decimation in the nineteenth century thus sums it all up: modernity and its state could not and cannot accept the Shari'a on its own terms because these terms are profoundly moral and egalitarian, whereas the sate and the world that produced it relegated the moral to a subsidiary domain. To state the case minimally, colonialism's central domain was the economic and the political, not the moral. And so the economic-cum-political remains as the central domain of modernity and its increasing globalization.

Yet despite the destructive effects of colonialism, historical Shari'a today remains, ever more forcefully, the locus of the central domain of the moral. While its institutions, hermeneutics, and personnel all vanished without hope of return, its moral effects persist with unwavering stubbornness. This moral system, a capital of immeasurable value, can sustain at least two courses of action, one internal and the external."

First, in line with the central domain of the moral and its imperatives, Muslims can now begin—especially in light of the "Arab Spring," to articulate and construct nascent forms of governance that would be in due course amenable to further and more robust development along the same lines. This would require nonconformist thinking and native imagination, because the social units that would make up the sociopolitical order must be rethought in terms of moral communities that need, among other things, to be re-enchanted. Historical moral resources would provide a blueprint for a definition of what it means to engage with economics, education, private and public spheres and, most of all, the environment and the natural order."

Wael Hallaq, The Impossible State, Columbia University Press, 2014, 167-8

His second point is that Muslims need to "engage their Western counterparts with respect to the necessity of positioning the moral as the central domain." He refers to thinkers like Alasdair MacIntyre [After Virtue: A Study in Moral Theory], Charles Taylor[Malaise of Modernity], and Charles Larmore ["The Morals of Modernity" and "Autonomy of Morality"].

Unfortunately Muslims have submitted to the primacy of the economic and the political over the moral ---- which is the central problem of modernity.

We see this in the West where, for example, well-meaning Muslim leaders embrace and build alliances with open homosexuals --- in the service of political goals. We see this in the Muslim world when well-meaning Islamists build alliances with anyone and everyone based on political calculations.

In doing this we completely forget the message of the Qur'an: "You are the best of peoples evolved for mankind, enjoining what is right, forbidding what is wrong, and believing in Allah." [Al-i-'Imran 3:110]. Or worse, we invoke it for the struggles in which the political trumps the moral. It is a perfect inversion of the Qur'anic message and the Islamic mission but it goes undetected. Wael Hallaq is not Muslim but he may be calling Muslims to Islam.